REGD No P.67

رجسٹرڈ نمبر ۶۷۵

جلد ۱۷ | ۳۰ ہجرت ۱۳۴۷ ھش | ۳ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ | ۳۰ مئی ۱۹۶۸ء | شمارہ ۲۲

اخبار احمدیہ

قادیان ۲۰ مئی ۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ ۲۲ مئی کی اطلاع مظہر ہے کہ

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو نقرس کی تکلیف میں پہلے کی نسبت بہت افاقہ ہے لیکن ہلکا ہلکا درد اب بھی ہے خاص حد تک افاقہ کے بعد تکلیف ایک جگہ ٹھہری ہوئی ہے علاوہ ازیں حضور کو کل سے شدید زکام کی تکلیف ہو گئی ۔ مورخہ ۲۳ مئی کی اطلاع مظہر ہے کہ حضور انور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلے سے بہتر ہے ۔

احباب جماعت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں ۔

ربوہ ۲۳ مئی ۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی طبیعت تا حال بہت ناساز ہے ۔ ٹانگ میں بدستور درد ہے اور ضعف بھی بہت ہے ۔ احباب حضرت سیدہ ممدوحہ مدظلہا کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے بھی دعائیں جاری رکھیں

قادیان ۲۸ مئی ۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کو گلے کی تکلیف ہے (باقی صفحہ ۱ پر)

جزیرہ فیجی میں اسلام اور عیسائیت کے درمیان عظیم الشان مباحثہ

اسلام کی فتح اور حامیانِ تثلیث کا فرار

از محترم جناب شیخ عبدالواحد صاحب مبلغ اسلام مقیم فیجی

ماہ اپریل ۱۹۶۸ء میں ہندوستان سے عیسائیوں کے مشہور پادری عبدالحق صاحب فیجی کونسل آف چرچز کی دعوت پر جزائر فیجی میں تشریف لائے اور یہاں لیکچروں اور پبلک تقریروں کا سلسلہ شروع کیا ۔ اسی سلسلہ میں وہ جزیرہ دیتی ... منفرد علاقہ کے اہم قصبات میں گئے اور جملہ مذاہب خصوصیت سے اسلام کے خلاف تقریریں کیں ۔ باجو مسلمانوں کی کثرت آبادی کے باعث خاص اہمیت رکھتا ہے ۔ وہاں جب پادری صاحب نے اسلام کے خلاف بعض باتیں بیان کیں تو مسلمانوں کو خیال پیدا ہوا کہ اُن کا جواب اہل اسلام کی طرف سے دیا جانا ضروری ہے لیکن تجربہ محض ایک خواہش سے زیادہ اہمیت نہ رکھتی تھی کیونکہ کسی علماء کہلانے والوں کی بائیں موجودگی کے باوجود پادری صاحب اپنا مسموم لیکچر دے کر چلے گئے اور کسی مسلمان کو انہیں ٹوکنے تک کی ہمت نہ ہوئی ۔ اس پر بعض غیر از جماعت اسلامی غیرت والے دوستوں نے برادرم مولانا نورالحق صاحب انور سے جو حسن اتفاق سے اُنہیں ایام بیاباً کے دورہ پر تشریف لے گئے تھے ملکر پُر زور درخواست کی کہ اس مخالفِ اسلام پروپیگنڈا کا دفاع ضروری ہے اور یہ کہ یہ کام بفضلِ خدا احمدی ہی کر سکتے ہیں ۔ پادری عبدالحق صاحب اسی دوران میں لوتوکا میں مقیم تھے اور حسنِ اتفاق سے اُنہوں نے خود ہی جماعت احمدیہ لوتوکا کے ایک دوست سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ فیجی کے احمدیوں سے ملنا چاہتے ہیں جس پر ہمارے دو تین دوست جب اُن سے ملنے گئے تو پادری صاحب نے ابتدائی ملاقات میں ہی چیلنج دے دیا کہ وہ ہر قسم کے بحث و مباحثہ کے لئے تیار ہیں ہر وقت ہر مقام اور ہر شخص سے خواہ وہ سُنی ہو یا احمدی ہو ۔ ہمارے دوستوں نے کہا کہ تحریری مناظرہ بہتر ہوگا ۔ اسی اثنا میں برادرم مولانا نورالحق صاحب انور لوتوکا پہنچ چکے تھے ہمارے دوستوں نے اس گفتگو کا ذکر ان سے کیا جس پر برادرم موصوف فوراً پریذیڈنٹ صاحب جماعت احمدیہ فیجی اور بعض دوسرے دوستوں کی معیت میں پادری عبدالحق صاحب کی قیامگاہ پر پہنچ گئے ۔ باہمی گفت و شنید کے بعد یہ طے پایا کہ مندرجہ ذیل آٹھ مضامین پر تحریری مناظرہ نورالحق صاحب انور اور پادری عبدالحق صاحب عیسائی مناد کے درمیان ہو ۔

(۱) توحید (۲) کیا مسیح ناصری ابن اللہ ہے (۳) کیا بائیبل خدا کا کلام ہے ۔ (۴) کیا قرآن شریف کامل الہامی کتاب ہے (۵) کیا مسیح ناصری صلیب پر فوت ہوئے (۶) کیا حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود ہیں (۷) کیا مسیح ناصری نجات دہندہ تھے (۸) کیا اسلام میں نجات ہے ۔ یہ بھی طے پایا کہ ہر مضمون پر سات سات پرچے ایک ایک گھنٹے کے ہوں اور مناظرہ ۲۲ اپریل سے شروع ہو کر ۲۵ اپریل چار دن تک جاری رہے ۔ ہر روز دو مضامین پر بحث لکھی جائے اور ... شام کو ساڑھے سات بجے پھر ... لوتوکا میں پبلک میں فریقین اپنے اپنے تحریری پرچے سنا دیا کریں چنانچہ اسی کے مطابق شرائط طے کی گئیں اور باہمی رضامندی سے فریقین کے دستخط شرائط نامہ پر ثبت ہو گئے ۔ مورخہ ۲۰ اپریل کو میتھوڈسٹ چرچ کے سپرنٹنڈنٹ پادری کی طرف سے ایک خط جماعت احمدیہ کو موصول ہوا جس میں اُنہوں نے لکھا :-

ملا ۔ جو تحریری مباحثہ مولانا نورالحق انور اور پادری عبدالحق کے درمیان قرار پایا ہے اُسے ۲۷ مئی ۱۹۶۸ء تک ملتوی کر دیا جائے ۔

ملا ۔ شرائط میں جو لکھا گیا تھا کہ پرچے پبلک اجلاس میں سنائے جائیں ہمیں منظور نہیں ۔ ہماری تجویز ہے کہ یہ ایک پرائیویٹ اجتماع میں جو بہت محدود ہو اُسی میں سنائے جائیں ۔ ہم نے اس شرط کو بھی منظور کیا تاکہ فریق ثانی کو گریز کا موقعہ نہ ملے لیکن عیسائیوں کی طرف سے ۲۶ اپریل ۱۹۶۸ء کو ایک اَور خط موصول ہوا جس میں اُنہوں نے مقام مباحثہ میں بھی تبدیلی کی تجویز کی اور لکھا کہ لوتوکا کی بجائے مباحثہ صوا میں ہو ۔ ہم نے ہر چند کہا کہ لوتوکا در معدانات کے عوام کو ادھر ہی سنا چکے ہے ۔ اور اعلان و اشتہار دیا جا چکا ہے اور ہم انہیں کی اپنے آپ کی پہلی درخواست پر یہاں آ چکے ہیں مباحثہ لوتوکا میں ہی ہونا چاہیئے لیکن پادری عبدالحق صاحب اور اُن کے ساتھی اس پر رضامند نہ ہوئے ناچار ہم نے ان کی درخواست کو بھی مانا اور آخر صوا

(باقی صفحہ ۹ پر)

ملک صلاح الدین ایم ۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا ۔ پروپرائیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان ۔ مورخہ ۳۰ رمئی ۱۹۶۸ء

خلافت احمدیہ اور اہل پیغام

گذشتہ اشاعت میں ہم خلافت حقہ اسلامیہ کی ضرورت و اہمیت اور حسب ارشاد نبوی مسیح موعود و مہدی معہود کے زمانہ میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام پر بحث کر چکے ہیں۔ نیز اور ساتھ ہی اُن لوگوں کی وسوسہ اندازی کا بھی ذکر کر چکے ہیں جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد بجائے خلافت کے کسی "انجمن" کو حضور کا جانشین قرار دیتے ہیں۔ ہم واضح کر چکے ہیں کہ اس اہم سوال پر تو اُسی وقت قطعی فیصلہ ہو گیا تھا جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ نے متفقہ طور پر سیدنا حضرت مولانا نور الدین صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جانشین اور خلیفۃ المسیح تسلیم کر لیا اور حضور رض کے ہاتھ پر تمام قوم نے باتفاق بیعت کر لی۔

اس جماعتی اجماع کے بعد یہ سوال اُٹھانا کہ حضور علیہ السلام کے بعد مطلق خلافت کی ضرورت نہیں یا کوئی "انجمن" ہے جو حضور کی جانشین قرار پاتی ہے۔ یہ سب بعد کی باتیں اور خود تراشیدہ دلیلیں ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

ہفتہ زیر اشاعت ہمارے پاس پیغام صلح کا تازہ پرچہ ۱۵ رمئی پہنچا ہے جس میں معاصر نے "ترجمان اسلام" کے مراسلہ نگار کے سوال کے جواب میں بعض ایسی باتیں بیان کی ہیں جن کا نہ تو تاریخ سے ثبوت ملتا ہے اور نہ ہی حقیقت کے ساتھ ان کا تعلق ہے۔ البتہ وسوسہ اندازی کے رنگ میں ہر اُس آدمی کو غلط فہمی کا شکار بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ جو اصل واقعات سے واقف و آگاہ نہیں۔

مراسلہ نگار کے سوال کا ذکر کرتے ہوئے اخبار پیغام صلح لکھتا ہے:۔

"دوسرا سوال جو مراسلہ نگار نے اُٹھایا ہے وہ یہ ہے کہ لاہوری اور قادیانی جماعت میں اختلاف کی بنا مسئلہ ختم نبوت نہیں بلکہ اصل بنا مسئلہ خلافت ہے۔"

اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"حقیقی بنا یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے بعد کے لئے سلسلہ کا جو نظام قائم کیا تھا کہ ایک انجمن بنا کر اس کو اپنا جانشین قرار دیا۔ اور اس کے فیصلوں کو جو کثرت رائے سے ہوں صحیح اور قطعی ٹھہرایا تو وہ صحیح ہے یا کسی فرد واحد کو خلیفہ بنانا اور اس کے ہاتھ پر سب احمدیوں کا بیعت کرنا ضروری قرار دیا تھا۔"

مقالہ کے اختتام پر معاصر لکھتا ہے:۔

"یہ تین وجوہ ہیں جن کی بنا پر سلسلہ احمدیہ میں اختلاف پیدا ہوا (۱) خلافت یا انجمن (۲) مسئلہ کفر و اسلام (۳) مسئلہ ختم نبوت و نبوت مسیح موعود۔ ظاہر ہے کہ اس میں مولانا محمد علی صاحب کی خلافت کا معاملہ مابہ النزاع نہ تھا نہ انہوں نے خلیفہ بننے کی کوئی کوشش یا ارادہ کبھی ظاہر کیا وہ تو سرے سے ایسی خلافت ہی کو جائز نہ سمجھتے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ سلسلہ کا نظام کسی فرد واحد کے ہاتھ میں ہو۔"

(پیغام صلح ۱۵ رمئی ۱۹۶۸ء ص۳)

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں یہ سب بعد کی باتیں ہیں جو موضوع نزاع بنا لی گئیں اگر ذرا زیادہ گہرائی میں جائیں تو جماعت کے دونوں فریق مبایعین و غیر مبایعین میں اختلاف کی اصل بنا حقیقت میں اطاعت اور انکار و استکبار نکلتی ہے جس کی ابتداء بالکل اسی طرح ہوئی جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے خلیفہ بنائے جانے پر فرشتوں نے تو اطاعت کا نمونہ دکھایا اور ابلیس نے انکار و استکبار سے کام لیا اور سرے سے آدم کی خلافت پر ہی معترض ہو بیٹھا۔ بالکل ایسا ہی منظر لاہوری فریق نے کیا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ نے بلا اختلاف اس بات پر اتفاق کیا کہ سیدنا حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جانشین اور خلیفہ ہوں اور سبھی نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی چنانچہ خواجہ کمال الدین صاحب نے بطور سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ سلسلہ کے اخبارات میں بیرونجات کے احباب جماعت کی اطلاع و تعمیل کے لئے جو اعلان شائع کیا اس کے حسب ذیل فقرات اس امر پر ناقابل تردید ثبوت ہیں:۔

"کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی والا مناقب حضرت حاجی الحرمین شریفین جناب حکیم نور الدین صاحب سلمہ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔"

آخر میں لکھتے ہیں:۔

"یہ خط بطور اطلاع کل سلسلہ کے ممبران کو لکھا جاتا ہے کہ وہ اس خط کے پڑھنے کے بعد فی الفور حضرت حکیم الامۃ خلیفۃ المسیح والمہدی کی خدمت بابرکت میں بذات خود یا بذریعہ تحریر حاضر ہو کر بیعت کریں۔"

(اخبار بدر ۲ رجون ۱۹۰۸ء جلد ۲)

زیادہ بحث کی ضرورت نہیں یہ چند فقرات اس امر پر شاہد ناطق ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے معاً بعد جب حضور کے جانشین کا اصل فیصلہ ہونا تھا جماعت احمدیہ نے متفقہ طور پر خلافت احمدیہ کے حق میں فیصلہ دیا۔ اگر کوئی انجمن حضور علیہ السلام کی جانشین تھی تو ٹھیک وقت پر اس انجمن کو کیوں پیش نہ کیا گیا۔ اور پھر عجیب تصرف الٰہی ہے کہ جس انجمن کو بطور وسوسہ اندازی کے حضور کے جانشین کے طور پر پیش کرتے ہیں خود اس کے سیکرٹری صاحب تمام احباب جماعت کو اطلاع دے رہے ہیں کہ وہ حضرت مولانا نور الدین صاحب کے ہاتھ پر خلیفۃ المسیح [illegible]

اس موقعہ پر ہم معاصر کے شکر گذار ہیں کہ اس نے جناب مولوی محمد علی صاحب کے متعلق یہ بات واضح کر دی کہ

"وہ تو سرے سے ایسی خلافت ہی کو جائز نہ سمجھتے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ سلسلہ کا نظام کسی فرد واحد کے ہاتھ میں ہو۔"

گویا مولوی محمد علی صاحب نے سیدنا حضرت مولانا نور الدین صاحب کو خلیفۃ المسیح مان کر جو بیعت کی اور لگاتار چھ سال تک اس بیعت میں رہے۔ وہ محض منافقانہ چال تھی ورنہ دل سے وہ کسی فرد واحد کے ہاتھ میں جماعت احمدیہ کے نظام کو دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم
سیھدیھم طریق الھالکینا

جب منکرین خلافت کے امیر صاحب کا یہ حال ہے کہ مسلسل چھ سال تک مرض نفاق میں مبتلا رہے اور اوپر سے تو حضرت مولانا نور الدین صاحب کی اطاعت اور فرمانبرداری کا دم بھرتے رہے اور دل سے نظام جماعت کو آپ کے ہاتھ میں دیئے جانے کے سخت خلاف تھے اور ان کی ایمانی حالت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔

اور حقیقت بھی اسی طرح کی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس زمانہ کے واقعات سے آگاہی رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ اس مخالف پارٹی کو حضرت مولانا نور الدین صاحب نے بار بار وارننگ دی متعدد بار اصلاح حال کا موقعہ دیا۔ مگر ان بگڑے گھروں پر کچھ اثر نہ پڑا۔ چنانچہ ایک موقعہ پر آپ نے اپنے ایک خطبہ میں ان لوگوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ ...... مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے ...... اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا کو مجھ سے چھین لے۔"...

"اللہ تعالیٰ نے جس کو حقدار سمجھا خلیفہ بنا دیا جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے فرشتے بن کر اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرو ابلیس نہ بنو۔"

(بدر ۴ رجولائی ۱۹۱۲ء)

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

خطبہ جمعہ

اللہ تعالےٰ نے نہایت عظیم الشان کام ہمارے سپرد کیا ہے

اس کام کی وسعت اور اہمیت مقتضی ہے کہ ہم اپنی پوری طاقت اور توجہ اس پر صرف کریں

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ - فرمودہ ۸ ستمبر ۱۹۲۲ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔
انسان جب کوئی کام شروع کرتا ہے تو

پہلے اندازہ کر لیتا ہے

کتنا بڑا کام ہے۔ اس کے مطابق پھر وہ اپنی طاقت خرچ کرتا ہے۔ اگر کام بڑا ہو تو زیادہ محنت اور کوشش کرتا ہے۔ اور اگر چھوٹا ہو تو اس کے لئے مناسب زور لگاتا ہے۔ یہ بات ایسی ضروری سمجھی گئی ہے اور اس کی خلاف ورزی میں اتنے نقصان سمجھے گئے ہیں کہ خدا نے ایک ایسی قوت پیدا کی ہے جو بتاتی ہے کہ کسی کام کے لئے کتنی قوت ضروری ہے۔ جیسے کان ہیں جو سن کے بتاتے ہیں کہ کیسی آواز ہے۔ کس قسم کی آواز ہے اور کس کی آواز ہے

دیکھو! عالم کون ہے۔ وہ جو تاریخ جانتا ہے۔ زبان جغرافیہ۔ حساب۔ ڈاکٹری۔ قانون جانتا ہو۔ مگر یہ علوم کہاں سے آئے دوسروں نے ذرہ ذرہ ملایا۔ کسی نے کوئی چیز معلوم کی کسی نے کوئی۔ وہ سب جمع ہو گئیں اور ہم کانوں کے ذریعہ سن کر ان علوم سے واقف ہو جاتے ہیں۔ پھر ہم کانوں کے ذریعہ ہی بولنا سیکھتے ہیں۔ جو پیدائشی بہرے ہوں وہ بول بھی نہیں سکتے کیونکہ بولنا انسان کو سن کر ہی آتا ہے۔ پس اگر کان نہ ہوتے تو زندگی دوبھر ہو جاتی۔ اور

اگر آنکھیں نہ ہوتیں

تو علوم رائیگاں جاتے۔ اور انسان ہر وقت خطروں میں پڑا رہتا۔ وہ کنوئیں، گڑھے میں غرق نہ کرنے کے باعث ٹھوکریں کھاتا پھرتا۔ کان کے ذریعہ سنتا ہے مگر کان جو کچھ سنتے ہیں وہ سب محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ اس لئے قدرت نے آنکھ دی ہے جو کتاب سے دیکھ کر پڑھ لیتی ہے اور اس طرح علم محفوظ ہو جاتے ہیں۔ آج جو کتابیں لکھی جاتی ہیں وہ ہزار سال کے بعد بھی پڑھی جائیں گی۔ اور

اس وقت کے لوگ بھی ان سے فائدہ اٹھا سکیں گے

لیکن اگر صرف زبانی باتیں ہوں تو انسان خود بھی ان سب کو یاد نہیں رکھ سکتا۔ پس اگر آنکھیں نہ ہوتیں تو بھی علوم ضائع ہو جاتے۔ اور پھر رنگوں کے تغیرات سے جو انسان علوم حاصل کرتا ہے وہ بھی نہ کر سکتا مثلاً پھلوں کے متعلق دیکھتا ہے کہ وہ سبز ہیں اور ابھی پکے نہیں۔ اور پھر رنگت میں ایک خاص تغیر آتا ہے۔ وہ زردی مائل ہو جاتے ہیں۔ یہ تغیر بتاتا ہے کہ پھل پک گیا۔ اگر آنکھ نہ ہوتی تو یہ نہ معلوم کر سکتا۔ اور رنگوں سے جو کام چلتے ہیں وہ بھی بند ہو جاتے۔ علاوہ ازیں وہ عزیزوں رشتہ داروں کو دیکھتا ہے اور ان سے جو مسرت حاصل کرتا ہے وہ بھی نہ کر سکتا۔

چاند ستاروں کو دیکھتا ہے

نگاہ بتاتی ہے کہ فلاں ستارہ کہاں ہے اور فلاں ستارہ کہاں۔ اور اس سے وہ اپنے سفر میں کام لیتا ہے۔ لیکن نگاہ نہ ہو تو بھٹکتا پھرتا۔ پھر ستاروں کو ہی دیکھ کر جو جنتریاں بنتی اور کاروبار میں آسانی بہم پہنچاتی ہیں وہ بھی نہ ہوتیں۔

پھر زبان چکھنے کیلئے ہے

وہ نہ ہوتی تو میٹھے اور پھیکے کڑوے اور کھٹے کا فرق نہ ہوتا۔ اور ناک سے خوشبو اور بدبو معلوم کرتا ہے۔ تمام خوشبودار چیزیں مفید ہوتی ہیں اور بدبودار مضر۔ اس لئے ناک کے ذریعہ نقصان رساں چیزوں سے بچتا ہے اور مفید سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ پھر جسم میں سردی گرمی کا احساس رکھا گیا ہے۔ اگر یہ احساس نہ ہوتا۔ تو برف میں بیٹھا رہتا اور اسے احساس نہ ہوتا۔ نمونیہ ہو کر ہلاک ہو جاتا۔ یا گرمی میں پسینہ نکلتا ہے اس کے لئے پنکھا جھلتا ہے۔ اگر گرمی کا احساس نہ ہوتا تو گرمی میں کام کرتا۔ اور پسینہ نکل نکل کر اس کا خون اس قدر کم ہو جاتا کہ وہ ہلاک ہو جاتا۔ پھر نرم اور سخت کا احساس بھی انسان کے لئے مفید ہے۔ اگر سخت چیز کو محسوس نہ کر سکتا۔ تو زخمی ہو جاتا اور اس کو پتہ بھی نہ لگتا۔

غرض جس طرح سننے دیکھنے، چکھنے سونگھنے اور چھونے کی قوت ہے اسی طرح

ایک قوت انسان میں ایسی بھی ہے

جو بتاتی ہے کہ فلاں کام کے لئے کتنی قوت کی ضرورت ہے۔ پہلے یہ قوت معلوم نہ تھی مگر اب نئے ذرائع اور آلات سے معلوم ہوئی ہے۔ پہلے لوگ پانچ حواس قرار دیتے تھے مگر اب معلوم ہوا ہے کہ نو حواس ہیں۔ ان میں سے ایک حس یہ ہے جس کے متعلق میں نے بتایا ہے کہ وہ بتاتی ہے کہ فلاں کام کے لئے کتنی قوت کی ضرورت ہے۔ اس طاقت کے رکھنے میں اللہ تعالےٰ نے انسان پر بڑا احسان فرمایا ہے کیونکہ اس سے انسان اپنی طاقتوں کو تباہ کرنے سے بچ جاتا ہے اور اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ کہاں مجھ کو کتنی طاقت لگانی چاہیئے۔ اور کہاں کتنی۔ اس طرح اس کی زائد طاقت ضائع نہیں جاتی۔ مثلاً ایک قلم انسان اٹھانا چاہتا ہے۔ وہ قوت اس کو بتا دیتی ہے کہ اس کے لئے کتنی طاقت کی ضرورت ہے۔ اگر یہ نہ ہوتی تو انسان پیسہ کے اٹھانے کے لئے بھی اتنی ہی طاقت لگاتا جتنی من بھر بوجھ کے اٹھانے کے لئے خرچ کرتا ہے۔ اور اس طرح اب جو انسان ساٹھ ستر سال زندہ رہتا ہے اس کی بجائے پندرہ بیس سال میں مر جاتا۔

خدا نے اس حس کو پیدا کر کے

انسان کی طاقت کو محفوظ کر دیا

ورنہ انسان ہلاک ہو جاتا۔ مگر جہاں یہ خطرہ تھا کہ تھوڑے کام کے لئے زیادہ طاقت خرچ کر کے انسان اپنی قوت کو تباہ نہ کر لے وہاں یہ بھی خطرہ ہے کہ انسان بڑے کام کے لئے تھوڑی طاقت صرف کر کے اپنے کام ہی کو تباہ کر لیتا ہے مثلاً اگر نہر کو بند کرنے کی ضرورت ہو اور کوئی شخص اس میں ایک بورا مٹی کا ڈالے تو نہر کا پانی بجائے رکنے کے اس کو بہا لے جائے گا۔ لیکن اگر ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ ہو جس سے ہم نہر میں یکدم اتنی مٹی ڈال سکیں جس سے تھوڑی دیر کے لئے اس میں روک پیدا ہو سکے تو پھر اس وقفہ کے دوران میں زیادہ مٹی ڈال سکتے ہیں۔ یا مثلاً پرنالے بہتے ہیں اگر ان کو بند کرنے کے لئے تولہ بھر مٹی ڈالی جائے تو اس سے پانی نہیں رکے گا خواہ سارا دن تولہ تولہ مٹی ڈالی جائے۔ لیکن اگر یکدفعہ کافی مٹی ڈال دی جائے گی تو پانی رک جائے گا۔

میں نے اپنی جماعت کو بارہا توجہ دلائی ہے کہ

ہمارا کام عظیم الشان حیثیت رکھتا ہے

اور دنیا کے تمام کاموں سے بڑا ہے چونکہ ہم دنیا میں حقیر سمجھے جاتے ہیں، اس لئے ہمارا بڑا کام دنیا کی نظر میں معمولی ہے۔ اور دنیا کے معمولی کام اہم۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ کام ہمارا ہی سب سے بڑا ہے۔ اگر انگریزوں کا ایک وزیر ایک دن کی بھی چھٹی لے یا کام پر باہر جائے تو اس کے متعلق تمام اخبارات میں تاریں چھپ جاتی ہیں۔ اس قدر بڑی اس کی شخصیت سمجھی جاتی ہے۔ مگر دیکھنا چاہیئے کہ انگریزوں کے ایک وزیر کا نہیں سب کا کیا کام ہے۔ یہی کہ برطانیہ میں اور چند اور ممالک میں جو ان کے ماتحت ہیں امن قائم رکھنا ان کا فرض ہے اگر وہ اپنے اس فرض کو پورے طور پر ادا کریں اور اس میں کامیاب ہو جائیں تو بھی کیا ہے۔ لوگوں کو ۳۰ - ۴۰ یا ۶۰ - ۷۰ سال کی زندگی میں امن مل جائے گا۔ وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوں تو ۶۰ - ۷۰ سال تک امن ہوگا۔ مگر مرنے کے بعد لوگوں کو جو عذاب ملے گا اس سے ان کو بچانے والا کون ہوگا۔ یہ وزیر اور بادشاہ تو خود پکڑے ہوئے ہوں گے اور ان سے پوچھا جائے گا کہ ہم نے تم کو عقل دی طاقت دی۔ پھر تم نے ہماری بجائے ایک انسان کو کیوں خدا بنایا۔ اس وقت تو وہ اپنے کئے کے جوابدہ ہوں گے۔ دوسروں کو کیا بچائیں گے اسی طرح دوسری حکومتیں ہیں مثلاً فرانس، امریکہ، جاپان اچھا کام کر رہی ہیں۔ لیکن ان کا کام انہی سے متعلق ہے اور اسی دنیا کی زندگی تک محدود ہے۔

ہمارا کام یعنی تبلیغ اسلام بہت وسیع ہے۔ انگلستان کا کام بھی ہمارے ذمہ ہے امریکہ کا کام بھی ہمارے ذمہ ہے۔ فرانس کا کام بھی ہمارے ذمہ ہے۔ جرمنی کا کام

بھی ہمارے ذمہ ہے۔ روس کا کام بھی ہمارے ذمہ ہے چین کا کام بھی ہمارے ذمہ ہے۔ غرض

ساری دنیا کا کام ہمارے ذمہ

ہے۔ پھر ان کا کام صرف اس دنیا سے تعلق رکھتا ہے مگر ہمارا کام ہمیشہ کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ اس زندگی کو پُر امن بنانے کی کوشش کرتے ہیں مگر ہم نہ صرف اس زندگی کو پُر امن بنانا چاہتے ہیں بلکہ آئندہ زندگی کو پُر امن بنانا بھی ہمارا کام ہے۔ ان کا کام یہیں ختم ہو جاتا ہے مگر ہمارا کام یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ابدالآباد تک جاتا ہے۔ ان کے کام کی حیثیت ایسی ہے جیسے کمانے والے شخص کے مقابلہ میں بچے کے کام کی ہو۔ اور ہمارے کام کی حیثیت بچے کے مقابلے میں کمانے والے شخص کے کام کی ہے۔ بچہ کا کام صرف اتنا ہوتا ہے کہ اس کی باتوں اور حرکات پر ماں باپ ایک آن کی آن خوش ہو کر ہنس لیں۔ لیکن بڑے شخص کے کام پر کنبہ کی زندگی کا مدار ہوتا ہے۔ پس ان کے کام یہیں ختم ہو جاتے ہیں مگر ہمارے کام آگے چلتے ہیں۔ اب اگر ان میں سستی ہو جائے تو سمجھ لو ہم کس قدر سرزنش کے قابل ہوں گے۔

اس کام کے لئے جو اتنا اہم ہے ہمیں

بہت بڑی طاقت کی ضرورت

ہے۔ اور اگر اس کے لئے پوری طاقت صرف نہ کی جائے تو ممکن ہے کہ پہلی محنت بھی ضائع ہو جائے۔ اگر محنت کی رفتار یہ ہوگی جو ایک بہتے ہوئے پنالہ کے سامنے ایک تولہ مٹی کی ہوتی ہے تو خواہ کئی آدمی کام پر لگ جائیں وہ پرنالے کو بند نہ کر سکیں گے۔ اور ان کی محنت اکارت جائے گی۔ پس

ہماری جماعت کا فرض ہے

کہ اس کا ہر ایک فرد پوری طاقت اور توجہ سے اس کام میں لگ جائے۔ مگر افسوس ہے کہ ہماری جماعت میں کم لوگ ہیں جنہوں نے اپنے کام کی اہمیت کو سمجھا ہے۔ اور پھر اور بھی کم ہیں جنہوں نے سمجھ کر اس کے مناسب طاقت خرچ کی ہے۔ ہمارا کام تو اس قسم کا ہے کہ ہماری جماعت کے ہر چھوٹے بڑے عالم غیر عالم۔ امیر غریب۔ بچے بوڑھے۔ مرد عورتیں اس میں لگ جائیں۔ دیکھو جس وقت مکان خطرے میں ہو تو یہی نہیں کہ بڑے ہی کام میں لگتے ہیں بلکہ بچے بوڑھے عورتیں سب کے سب کام میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

جب گھر میں آگ لگی ہوئی ہو تو نہ بچہ کے لئے آرام ہوتا ہے نہ عورت اور بوڑھے کے لئے بلکہ اس وقت گھر کا ہر ایک فرد

۴

کام میں تندہی سے مصروف ہو جاتا ہے۔ اسی صورت میں کامیابی کی امید ہوتی ہے۔ اس وقت دنیا میں آگ لگی ہے اور ہمارا فرض ہے کہ اس آگ کو بجھائیں۔ اگرچہ ہماری جماعت تھوڑی ہے اور اگر وہ ساری بھی لگ جائے تو کام کے مقابلہ میں اس کی کوشش تھوڑی ہی ہو گی۔ مگر جس کا یہ کام ہے اس کا وعدہ ہے کہ جب ہم اپنی تمام طاقت لگا دیں گے تو وہ مدد کرے گا۔ اور خود اس کام کو درست کر دے گا۔ اس کا وعدہ ہے جب تم اپنی طرف سے پوری سعی کرو گے تو باقی سوراخ جو بند نہ کر سکو گے وہ خود بند کر دے گا۔ اگر خود کام میں سستی کرو گے تو اس کی طرف سے مدد نہیں آ سکتی۔ لیکن جب تم اپنی طاقت خرچ کرو گے تو

خدا کی غیرت

جوش میں آئے گی کہ میرے بندے کمزور ہو کر اس کام میں لگے ہیں تو میں طاقتور ہو کر کیوں نہ ان کے کام کو انجام دوں اور جب اس کی مدد آ جاتی ہے تو ناممکن کام بھی ممکن ہو جاتے ہیں اور کمزور طاقتور ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو توفیق دے سے غافلوں کو ہوشیار کرے اور ہمارے دلوں کو اپنی راہ میں کھول دے کہ ہم اس راہ میں سب کچھ خرچ کریں تنگی اور انقباض نہ محسوس کریں تا کہ اس کے فضلوں کے وارث ہوں۔ (الفضل ۹ مئی ۱۹۶۸ء)

قادیان میں جلسہ یوم خلافت کا انعقاد

علمائے سلسلہ کی پُر مغز تقاریر

رپورٹ مرتبہ مکرم گیانی بشیر احمد صاحب ناصر بی اے قادیان

قادیان دارالامان - ۲۷ مئی۔ آج مسجد اقصیٰ میں زیر اہتمام لوکل انجمن احمدیہ قادیان جلسہ یوم خلافت زیر صدارت حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی منعقد ہوا۔ جلسہ کی کارروائی ۸ بجے صبح تلاوت قرآن کریم سے آغاز پذیر ہوئی جو عزیز جاوید اقبال متعلم مدرسہ احمدیہ نے کی۔ اس کے بعد عزیز سلطان احمد نے نظم پڑھی پھر صاحب صدر نے جلسہ کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا میں جسمانی اور روحانی دو قسم کے نظام پائے جاتے ہیں۔ جن کی نگرانی کے لئے کسی رہنما کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ روحانی نظام کے نگران انبیائے کرام اور ان کے بعد ان کے خلفائے عظام ہوا کرتے ہیں۔ سب سے پہلی تقریر

خلافت کا مقام اور اس کی اہمیت

کے موضوع پر مکرم مولوی بشیر احمد صاحب طاہر نے کی۔ آپ نے بتایا کہ کائنات عالم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے نظام کے لئے کسی پاسبان یا رہبر کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ نظام روحانی میں انبیاء کی وفات کے بعد ان کے جاری کردہ نظام کی نشوونما کے لئے خلافت کا سلسلہ جاری و ساری ہوتا ہے۔ اور خلافت کا وہی کام ہوتا ہے جو نبوت کا ہوتا ہے۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے موصوف نے مختلف حوالہ جات کے ذریعہ ثابت کیا کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے۔ اسے معزول نہیں کیا جا سکتا۔ خلیفہ کے ذریعہ ہر قسم کے خطرات سے حفاظت، تائید الٰہی اور دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ مقرر نے ان امور کی تائید مختلف واقعات سے کرتے ہوئے آخر میں خلافت سے وابستگی کی تلقین فرمائی۔

اس کے بعد مکرم مولوی شبیر احمد صاحب ناصر نے

برکات خلافت

کے موضوع پر تقریر شروع کرتے ہوئے اس سنتِ الٰہی کا ذکر فرمایا جس کے تحت گمراہی اور ضلالت کے دور میں مخلوقِ خدا کی رہنمائی کے لئے انبیاء اور مرسلین کی بعثت ہوتی ہے۔ مگر چونکہ ان کے ذریعہ صرف تخم ریزی کا کام لیا جاتا ہے۔ اس لئے اس مقصد کی تکمیل اور نشوونما خلفاء کے ذریعہ ہوتی ہے۔ نبی کی وفات کے وقت مومنین کی جماعت کو ایک دھکا سا لگتا ہے مگر خلیفہ کے ذریعہ مومنین کی ڈھارس کا سامان مہیا ہوتا ہے۔ اس ضمن میں مقرر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رسالہ الوصیت میں سے ایک اقتباس پڑھ کر سنایا کہ کس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقعہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ فتنۂ ارتداد کا استیصال ہوا خلافت کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے مقرر نے بیان کیا کہ خلافت ایک چشمہ ہے جو پھوٹ پھوٹ کر نبوت کے قائم کردہ باغ کو سیراب کرتا رہتا ہے۔ یہی وہ نظام ہے جس کے ذریعہ مومنین مظفر و منصور ہوتے ہیں اور وحدت قومی اور اتحادِ ملی حاصل ہوتا ہے۔ خلیفہ کی شکل میں ایسا وجود عطا کیا جاتا ہے جو مومنوں کا سچا ہمدرد، ان سے دلی محبت رکھنے والا اور ہر وقت ان کے لئے دعائیں کرنے والا ہوتا ہے۔

اس کے بعد عزیز مظفر احمد بادگیری متعلم مدرسہ احمدیہ نے نظم پڑھی اور پھر مکرم مولوی منظور احمد صاحب گھنوکے نے

خلافتِ احمدیہ اور ہماری ذمہ داریاں

کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے بیان کیا کہ خلافت چونکہ نبوت کا تتمہ ہوتی ہے اس لئے خلافت کے متعلق بھی جماعت کی ذمہ داریاں وہی ہوتی ہیں جو نبوت کے متعلق ہوتی ہیں۔ ان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہماری زندگی اور روحانیت خلافت کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ آئندہ نسلوں کے دلوں میں اور ذہنوں میں خلافت سے وابستگی کو پوری طرح راسخ کرتے چلے جائیں۔ خلیفہ کی حفاظت کے لئے اپنے مال و جان کو قربان کرنے کے لئے تیار رہیں۔ ان کا ادب و احترام اور اطاعت اسی طرح کی جائے جس طرح ان کے متبوع نبی کی ہوتی ہے۔

اسی ضمن میں مقرر نے قرآن کریم کی مختلف آیات میں بیان کردہ ہدایات اور قرونِ اولیٰ کے واقعات تفصیل سے بیان فرمائے

بعد ازاں مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب فاضل بقاپوری نے

خلیفۂ وقت کی تحریکات

کے موضوع پر تقریر شروع کرتے ہوئے بیان کیا کہ خلافت سے وابستگی کا بہترین ذریعہ خلیفۂ وقت کی تحریکات پر عمل پیرا ہونا ہے۔ اس ضمن میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مندرجہ ذیل تحریکات کا تفصیل سے مقرر نے ذکر فرمایا۔

۱۔ قرآن کریم پڑھنا پڑھانا
۲۔ وقفِ عارضی
۳۔ فضلِ عمر فاؤنڈیشن فنڈ
۴۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا
۵۔ تحریک جدید کے دفتر سوم میں شمولیت
۶۔ مجلس موصیان کے متعلق بیان فرمودہ پروگرام
۷۔ اطفال الاحمدیہ کا وقفِ جدید میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر اسے کامیاب بنانا
۸۔ بد رسوم کے خلاف جہاد
۹۔ تسبیح و تحمید اور درود شریف بیان فرمودہ پروگرام کے مطابق کثرت سے پڑھنا

چنانچہ ان تحریکات کے ذکر کے ساتھ ہی فاضل مقرر نے نہایت مؤثر پیرایہ میں ان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی۔

(باقی صفحہ ۸ پر)

قسط ۱

تقریر جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۶۷ء

اسلام کی اخلاقی تعلیم

از مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد قادیان

اسلامی تعلیمات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسان کی پیدائش کا مقصد خدا تعالےٰ کو پانا اور اس کا عبد بننا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذّاریات آیت ۵۷)

کہ انسانی پیدائش کا منتہا ئے مقصود یہ ہے کہ وہ میرے عبد بن جائیں۔ انسان خدا تعالیٰ کے نقش اور اس کی صفات کا انعکاس اپنے اندر اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک کہ خدا تعالیٰ خود اپنی مرضی کا اظہار نہ فرمائے۔ اور اس کے لئے کوئی لائحہ عمل تجویز نہ فرمائے۔ چنانچہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہر زمانہ میں، انسان کی عقلی استعداد کے مطابق اپنے احکام اپنے پاک اور برگزیدہ بندوں کے ذریعہ سے نازل فرمائے ہیں جن میں سے سب سے مکمل ترین اور ابدی شریعت قرآن مجید ہے جس کی پیروی سے انسان درجۂ کمال حاصل کر سکتا ہے۔ یعنی ایک طرف تو اس کا تعلق خدا تعالےٰ کے ساتھ درست ہو جاتا ہے اور دوسری طرف مخلوق سے بھی اس کا تعلق درست رہتا ہے۔ اس مفہوم کو ہم یوں بھی ادا کر سکتے ہیں کہ انسان کو روحانیت بھی حاصل ہو جاتی ہے اور وہ عمدہ اخلاق سے بھی آراستہ ہو جاتا ہے۔

اس کے برعکس مادیت کے پرستاروں میں قدیم سے یہ خیال چلا آ رہا ہے کہ اصلاح نفس اور تمدنی توازن کو برقرار رکھنے کیلئے کسی آسمانی شریعت کی ضرورت نہیں بلکہ مدبرین زمانہ کا مدون کیا ہوا نظام اخلاقیات ہی اس مقصد کے لئے کافی ہے۔ اس زاویۂ نظر میں سب سے پیش پیش یونانی فلاسفر تھے۔ اور موجودہ زمانے میں یورپین فلاسفر ہیں۔ انہوں نے مذہب کو بے حقیقت چیز سمجھ کر اپنا نظام اخلاق مدون کرنا چاہا لیکن ان فلاسفروں کی یہ تمام تر توجیہات کوئی مفید نتیجہ پیدا نہ کر سکیں۔ اس کی وجہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر سے واضح ہو جاتی ہے کہ ؎

اِذَا قَلَّ دِيْنُ الْمَرْءِ قَلَّ اتِّقَاءُهٗ
وَيَسْعٰى اِلٰى طُرُقِ الشَّقَاءِ مُزَوَّرٗا

یعنی جب انسان میں دینی روح کم ہو جائے تو اس کا تقوےٰ بھی مفقود ہو جاتا ہے۔ جس کے باعث وہ بدبختی کی راہوں پر قدم مارتا ہے۔

اور اس کے علوم کی بنیاد جھوٹ پر قائم ہوتی ہے اسی لئے یورپین فلاسفروں کا یہ نظریہ ناکام رہا اور اس میں ان کی ناکامی دو طرح سے ثابت ہے۔ اوّلؔ۔ ہمیں مشاہدہ یہ بتلاتا ہے کہ جہاں بھی ان فلاسفروں کے نظریات کو رائج کیا گیا وہاں سوائے دہریت اور مادیت کے ہمیں کچھ نظر نہیں آتا۔ دوسرےؔ یہ کہ جب تک انسان کے لئے ایک مرکزی نقطہ نہ ہو جس کے پاس وہ اپنے اعمال کا جوابدہ ہو تب تک کوئی چیز اسے اعمال صالحہ کی تحریک نہیں کر سکتی۔ فلاسفروں نے اس مرکزی نقطہ یعنی خدا کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اس لئے ان کی تعلیمات بھی انسان کی روحانی اور اخلاقی زندگی میں کوئی انقلاب نہ لا سکیں اور نہ ہی اصلاح و تزکیۂ نفس کا کام سر انجام دے سکیں۔

پس روحانیت اور اخلاق حسنہ کا حصول کامل شریعت کے بغیر ناممکن ہے۔ اس سلسلہ میں ہمیں سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ "اخلاق" کسے کہتے ہیں۔؟

اخلاق کی تعریف

اسلامی نقطۂ نظر سے خُلق دراصل اس حالت کا نام ہے جبکہ طبعی تقاضے قوتِ فکریہ کے ساتھ ملائے جائیں۔ اور ان تقاضوں سے کام لینے والی ہستی اس بات کی طاقت اور قدرت رکھتی ہو کہ چاہے تو ان سے کام لے اور چاہے تو کام نہ لے۔ پس اخلاق وہ افعال ہیں جو ایسے لوگوں سے صادر ہوں جن میں سوچنے اور غور و تدبر کی طاقت ہو۔ اور کوئی کام کرنے یا کسی کام کے کرنے سے رُک جانے کی قابلیت موجود ہو۔ اور وہ طبعی افعال اگر شریعت اور عقل کے ماتحت ارادہ سے کئے جائیں تو وہ اخلاقِ حسنہ کہلاتے ہیں ورنہ انہیں اخلاقِ قبیحہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اور یہ تمام اخلاق درحقیقت انسان کی طبعی حالتیں اور طبعی جذبات ہیں اور صرف اس وقت اخلاق کے نام سے موسوم ہوتے ہیں کہ جب محل اور موقع کے لحاظ سے بالارادہ ان کو استعمال کیا جائے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی)

اخلاقی تعلیم کا مقابلہ

حضرات! دیگر مذاہب کی تعلیمات سے اسلام کی اخلاقی تعلیم کا مقابلہ کرتے ہوئے اس امر کو مدنظر رکھنا بھی ازحد ضروری ہے کہ ہمیں صرف یہ نہیں دیکھنا چاہیئے کہ مختلف مذاہب "اخلاق" کی نسبت کیا اجمالی تعلیم پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ کوئی مذہب بھی اپنے پیروؤں کو یہ نہیں کہتا کہ جھوٹ بولو۔ چوری کرو۔ ظلم کرو۔ گالی دو۔ اور جھگڑا فساد کرو وغیرہ۔ جملہ مذاہب میں اخلاق کی تعلیم اجمالی لحاظ سے مشترک ہے حتیٰ کہ غیر متمدن اور وحشی اقوام کے مذاہب میں بھی مشترک ہے۔ البتہ اخلاق کی تفاصیل۔ اخلاق کے اسباب۔ اخلاق کے حصول کے ذرائع، بدیوں سے بچنے کے ذرائع وغیرہ امور کا اخلاقی تعلیم کے موازنہ میں ملحوظ رکھنا ازبس ضروری ہے۔ پس جب میں یہ کہتا ہوں کہ اسلام اپنی اخلاقی تعلیم کے اعتبار سے دنیا کے تمام مذاہب سے ممتاز ہے تو میرا مدعا اس وقت مذکورہ امور کو مدنظر رکھ کر یہ ہوتا ہے کہ اسلام نے اخلاق کی جن تفاصیل کا ذکر کیا ہے، اخلاق کے جو اسباب بیان کئے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ بہترین اخلاق کے حصول کے جو ذرائع بیان کئے ہیں اور بدیوں سے بچنے کے ذرائع کو جس طرح واضح کرتے ہوئے ان کی حکمتوں کی طرف ہمیں توجہ دلائی ہے۔ اس طرح کسی اور مذہب نے بیان نہیں کیا اور سب سے بڑھ کر اور ممتاز بات اسلام کے قانونِ اخلاق میں یہ ہے کہ وہ ہر برائی کی جڑ کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔ تاکہ گناہ اور بدی کا بیج ہی پھیلنے نہ پائے۔ اور انسان اپنے مقصدِ اعلےٰ کو کما حقہٗ حاصل کر سکے۔ میرے اس مضمون کا نقطۂ مرکزی بھی یہی ہے کہ اسلام ہر برائی کو جڑ سے اکھیڑ دینے کی تعلیم دیتا ہے۔

اُمید افزا پیغام

اس سلسلہ میں اسلام نے اخلاق کی درستی کے لئے دیگر مذاہب کے مقابلہ میں ایک نہایت ہی اہم نقطۂ نگاہ پیش کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ اسلام بنی نوعِ انسان کی مایوسی کو دور کرتا اور امید افزا پیغام پیش کرتا ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان سے بہت سی بدیاں اسی لئے سرزد ہوتی ہیں کہ اس کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہے کہ وہ گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ جب انسان کے ذہن پر یہ خیال مسلط رہتا ہے کہ بدیاں میری گھٹی میں پڑی ہوئی ہیں میں ان پر کسی طرح بھی فتح نہیں پا سکتا تو ایسے خیالات پیدا کرنے والی قوم خود اپنی ہلاکت کا سامان کرتی ہے چنانچہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "اِذَا قَالَ الرَّجُلُ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ اَهْلَكُهُمْ" (مسلم مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۴۱۲)

یعنی جب کوئی شخص کسی قوم کی نسبت یہ کہتا ہے کہ وہ تو اب تباہ ہو گئی تو قوم کا ہلاک کرنے والا دراصل وہی شخص ہوتا ہے پس اسلام نے مایوسی کے اس خیال کو کہ ہم کسی طرح بھی گناہ سے نہیں بچ سکتے جڑھ سے اکھاڑ کر پھینک دیا ہے اور اخلاق میں ترقی کر کے حقیقی روحانیت کو حاصل کرنے کا راستہ کھول دیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (سورہ التین)

یعنی ہم نے انسان کو اعلےٰ سے اعلےٰ طاقتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے وہ نہایت ہی عمدہ اور قابلِ نشوونما قوتوں کے ساتھ آتا ہے۔ نیز فرمایا:-

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا (سورہ الشمس ع۱)

کہ ہم نفسِ انسانی کو اور اس کی اعلےٰ درجہ اور بے عیب پیدائش کو بطور ثبوت اور شہادت کے پیش کرتے ہیں جس میں یہ خاص خوبی پائی جاتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس میں نیکی اور بدی میں امتیاز کرنے کا مادہ پیدا کر دیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں" اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (سورہ ہود آیت ۱۱۵)

یعنی نیکیاں بدیوں کو کھا جاتی ہیں۔

بہرحال اسلام ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ انسان دنیا میں نہایت ہی پاک و صاف فطرت لے کر آتا ہے اور اگرچہ وہ گناہوں میں کتنا ہی ملوث کیوں نہ ہو جائے پھر بھی اگر وہ نیکی کی طرف متوجہ ہو تو نیکی کے حصول میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ اسلام کے سوا دیگر تمام مذاہب یا تو اس مسئلہ میں بالکل خاموش ہیں یا پھر انسان کو ایسے بوجھوں کے ساتھ اس دنیا میں پہنچاتے ہیں کہ وہ اپنے اعمال کے بغیر اپنی بوجھوں میں غرق ہو جاتا ہے۔ پس اسلام ہی کی تعلیم اخلاق کی درستی کے لئے کامیاب تعلیم ہے جس سے مایوسی دور ہوتی ہے اور حوصلہ بڑھتا ہے۔

توبہ کی حقیقت

اس جگہ اس غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ "توبہ" سے عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے بجائے اخلاقی ترقی کے بداخلاقی کا دروازہ کھلتا ہے اور انسان کو گناہوں کی جسارت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میں جب چاہوں گا توبہ کر لوں گا۔ حالانکہ یہ خیال قطعاً درست نہیں کیونکہ اوّل تو کسی کو پتہ نہیں کہ کب اس کو موت کا پنجہ آ دبوچے اگر اچانک موت آ جائے تو توبہ کس وقت کرے گا۔؟ اور دوسری بات یہ مدنظر رکھنے والی ہے کہ توبہ کے صرف یہ معنی نہیں کہ "اے اللہ! میرے گناہ معاف کر" بلکہ اپنے پچھلے گناہوں پر شدید ندامت کا اظہار کرے

اور آئندہ کے لئے کبھی ایسا فعل نہ کرنے کا پختہ عہد کرے۔ اس صورتِ حال میں ہر عقلمند غور کر سکتا ہے کہ کوئی انسان توبہ سے کیونکر گناہ پر دلیر ہو سکتا ہے۔ اگر مذکورہ باتیں توبہ میں ملحوظ نہیں تو اسلام کے نزدیک وہ توبہ توبہ نہیں ہے۔

خدا پر کامل یقین

اسلام نے اخلاقی تعلیم کا ایک ایسا زبردست اصل بیان کیا ہے کہ جس کے ذریعہ ہر قسم کی بُرائی کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ اور وہ اصل یہ ہے کہ **خدا کی ذات** پر انسان کو کامل یقین ہو۔ وہ ہر وقت اس امر کو مدنظر رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہر لحظہ اس کی نگرانی کر رہا ہے اور اس کے دل کے بھید اس پر ہر لحظہ ظاہر ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ وَاَسِرُّوْا قَوْلَکُمْ اَوِاجْھَرُوْا بِہٖ اِنَّہٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

(سورۃ الملک آیت ۱۳-۱۴)

یعنی یقیناً وہ لوگ جو کہ تنہائیوں میں اپنے رب سے ڈرتے ہیں، ان کو مغفرت اور بڑا اجر ملے گا۔ اور (اے لوگو!) تم اپنی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو وہ (خدا) دلوں کی بات کو بھی خوب جانتا ہے۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو بڑے ہی لطیف اور فوری سمجھ میں آجانے والے پیرایہ میں بیان فرمایا ہے کہ "اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ" (مسلم) یعنی جب کوئی مسلمان نماز کے لئے کھڑا ہو تو اس کے دل میں یہ یقین ہونا چاہیئے کہ وہ خدا کو دیکھ رہا ہے۔ اور کمزور سے کمزور مسلمان کے دل میں بھی کم از کم یہ یقین ضرور ہونا چاہیئے کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے۔ اخلاقی تعلیم کے اسی اصل الاصول کے بارے میں وضاحت فرماتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اے خدا کے طالب بندو! کان کھولو اور سنو کہ یقین جیسی کوئی چیز نہیں یقین ہی ہے جو گناہ سے چھوڑاتا ہے یقین ہی ہے جو نیکی کرنے کی قوت دیتا ہے۔ یقین ہی ہے جو خدا کا عاشق صادق بناتا ہے۔ کیا تم گناہ کو بغیر یقین کے چھوڑ سکتے ہو؟ کیا تم جذباتِ نفس سے بغیر یقینی تجلّی کے رک سکتے ہو؟ ..... مبارک وہ جو شبہات اور شکوک سے نجات پا گئے ہیں کیونکہ وہی گناہ سے نجات پائیں گے۔ مبارک تم جب کہ تمہیں یقین کی دولت دی جائے کہ اس کے بعد تمہارے گناہ کا خاتمہ ہوگا۔ گناہ اور یقین دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ کیا تم ایسے سوراخ میں ہاتھ ڈال سکتے ہو جس میں تم ایک زہریلے سانپ کو دیکھ رہے ہو؟ کیا تم ایسی جگہ کھڑے رہ سکتے ہو جس جگہ کسی کوہِ آتش فشاں سے پتھر برستے ہیں؟ یا بجلی پڑتی ہے یا ایک خونخوار شیر کے حملہ کرنے کی جگہ ہے۔ یا ایک ایسی جگہ ہے جہاں ایک مہلک طاعون نسلِ انسان کو معدوم کر رہی ہے۔ پھر اگر تمہیں خدا پر ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ سانپ پر یا بجلی پر یا شیر پر یا طاعون پر تو ممکن نہیں کہ اس کے مقابل پر تم نافرمانی کر کے سزا کی راہ اختیار کر سکو۔ یا صدق و وفا کا اس سے تعلق توڑ سکو۔"

(کشتی نوح صفحہ ۶۱-۶۲ مطبوعہ ۱۹۳۳ء بڑی تقطیع کلاں)

والدین کا بچے پر اثر

سائیکالوجی Psychology - اور یوجینکس Eugenics کے ماہرین نے مشاہدات کی روشنی میں اس بات کا ثبوت مہیا کیا ہے کہ بچے پر والدین کی جسمانی اور اخلاقی حالت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ میں اس کی تفصیل سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام نے بچپن ہی سے بچے پر نیک باتوں کا اثر ڈالنے کی تاکید کی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہر بچہ خواہ وہ کسی نیک انسان کے گھر میں پیدا ہو یا بد کے، وہ بہرحال پاکیزہ فطرت لے کر دنیا میں آتا ہے اور یہ بات بھی درست ہے کہ وہ والدین کے اثر کے تحت بعض بدیوں کے میلان کو بھی لے کر آتا ہے۔

اسلام اسی نظریہ کے تحت مرد و عورت کے دماغی خیالات کے اثر کو اولاد پر تسلیم کرتے ہوئے یہ تعلیم دیتا ہے کہ بچے کو نیک بنانے کے لئے یہ دعا کی جائے کہ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا اے خدا ہمیں بد وساوس اور گندے ارادوں سے اور ان کے محرک لوگوں سے محفوظ رکھ۔ اور جو ہماری اولاد ہو اس کو بھی ان سے محفوظ رکھ۔ اس دعا کے پڑھنے کا مقصد یہی ہے کہ والدین کے ذہنوں میں یہ خیالات ایک نئی اور عمدہ رَو چلا دیں۔ اور اگر ان کے عام خیالات پوری طرح پاک نہ بھی ہوں تب بھی وہ پاکیزگی کی طرف مائل ہو جائیں اور بچہ بد اثرات سے بچ جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسی مقصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فَاِنَّہٗ اِنْ یُّقَدَّرْ بَیْنَھُمَا وَلَدٌ فِیْ ذٰلِکَ لَمْ یَضُرَّہٗ شَیْطَانٌ اَبَدًا (مسلم شرح نووی کتاب النکاح صفحہ ۴۶۲) یعنی اللہ تعالیٰ ایسے بچوں کو جن کے والدین تعلقِ باہمی کے وقت یہ دعا پڑھ لیتے ہیں (اس) شیطانی اثر سے بچاتا ہے (جو ماں باپ کی طرف سے منتقل ہو سکتا تھا) بہرحال اسلام اس بد اثر کو مٹانے کی کوشش کرتا ہے جو مخفی طور پر ماں باپ سے بچہ اخذ کر لیتا ہے۔

اسی طرح اسلام نے نیک اخلاق کے حصول کے لئے یہ تجویز کیا ہے کہ بچپن سے بچے کے دل پر نیک باتوں کا اثر ڈالا جائے کیونکہ اس کی تربیت کا زمانہ پیدائش ہی کے وقت سے شروع ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بچے کی پیدائش کے معاً بعد ہی اس کے کان میں اذان اور اقامت کہنے کا حکم دے کر نہایت ہی حکیمانہ رنگ میں والدین کو توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ پیدائش سے ہی بچے کے کان میں نیک باتیں ڈالیں کیونکہ وہ باتیں بچے کے تحت الشعور Subconscious-ness میں محفوظ رہتی ہیں اور ان کا نقش قائم رہتا ہے۔ چنانچہ بچہ جب بڑا ہوتا ہے تو بچپن کے یہی الفاظ و خیالات اس کی اخلاقی اصلاح میں مدد دیتے ہیں۔ کیونکہ عقل باہر سے نہیں آتی بلکہ اسی علم سے پیدا ہوتی ہے جو بچہ پیدائش سے جمع کرتا چلا آرہا ہو۔

الغرض اسلام بچپن ہی سے بچے پر نیک اثر ڈالنے کی تلقین کرتا ہے تاکہ وہ بدیوں سے محفوظ رہ کر آئندہ اخلاقِ حسنہ میں ترقی کرتا چلا جائے۔ یہاں تک کہ وصلِ الٰہی کے چھلکتے ہوئے جام اس کی تشنگی بجھا دیں۔

عفّت کا قیام

موجودہ زمانے میں عفّت یا جنسی پاکیزگی سخت ترین حملوں کا شکار ہو رہی ہے۔ ساری دنیا میں عورت اپنے ظاہری حسن و جمال کی دلفریبیوں، اور حشر سامانیوں کے ساتھ بڑے زور سے باہر نکل ہوئی ہے۔ جنسی بے راہ رویوں کا ایک سیلاب ہے جو اُمڈتا چلا آرہا ہے۔ اور وہ قومیں جنہوں نے اس کو فروغ دیا ہے اس کی تباہ کاریوں کو محسوس کر کے متفکر ہیں۔ اور بے ساختہ ان کی زبانوں سے نکل رہا ہے کہ

"عوام کا جنسی شغف اس درجہ بڑھ چکا ہے کہ قوم لوط کی بستیوں سدوم اور عمورہ کی یاد تازہ ہوئے بغیر نہیں رہتی ...... اگر خدا نے امریکہ کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر نہ کیا تو اسے سدوم اور عمورہ کی بستیوں سے معذرت کرنا پڑے گی۔"

(ورلڈ کرسچین ڈائجسٹ نومبر ۱۹۶۳ء)

دراصل غور کیا جائے تو اس برائی کی محرک عورتوں کی زینت نمائی اور بے پردگی ہے اور اس کے ساتھ ہی مرد و عورت کا کھلا اختلاط ہے۔ آج روئے زمین پر صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو عفت کے قیام اور جنسی بے راہ روی سے بچانے کے لئے نہایت ہی پُر حکمت تعلیم دیتا ہے۔ اسلام صرف یہ تعلیم نہیں دیتا کہ تم عورت کو شہوت کی نظر سے نہ دیکھو۔ صرف یہ نہیں کہتا کہ تم زنا نہ کرو۔ بلکہ بدنظری اور زنا کے محرکات کی بیخ کنی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم نامحرم عورت کو دیکھو ہی نہیں عورت اور مرد دونوں غضِ بصر کریں۔ اور عورت پردہ کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ ذٰلِکَ اَزْکٰی لَھُمْ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا (سورہ النور آیت ۳۱-۳۲)

اس آیت کا تشریحی ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں یہ ہے کہ:-

"ایمانداروں کو جو مرد ہیں کہہ دے کہ آنکھوں کو نامحرم عورتوں کے دیکھنے سے بچائے رکھیں اور ایسی عورتوں کو کھلے طور پر نہ دیکھیں جو شہوت کا محل ہو سکتی ہوں۔ اور ایسے موقعہ پر خوابیدہ نگاہ کی عادت پکڑیں۔ اور اپنے ستر کی جگہ جس طرح ممکن ہو بچا دیں۔ یعنی بیگانہ عورتوں کے گانے بجانے اور خوش الحانی کی آوازیں نہ سنیں، ان کے حسن کے قصے نہ سنیں۔ یہ طریق پاک دل اور پاک نظر رہنے کے لئے عمدہ طریق ہے۔ ایسا ہی ایماندار عورتوں کو کہہ دے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نامحرم مردوں کو دیکھنے سے بچائیں۔ یعنی ان کی پُرشہوت آوازیں نہ سنیں اور اپنے ستر کی جگہ کو پردہ میں رکھیں اور اپنی زینت کے اعضا کو کسی غیر محرم پر نہ کھولیں۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی)

(باقی آئندہ)

موصی صاحبان توجہ فرمائیں

تمام موصی صاحبان کی خدمت میں دفتر ہذا کی طرف سے فارم اصل آمد وسط اپریل میں بھجوا دیئے گئے تھے۔ ابھی تک بہت کم موصیوں کی طرف سے فارم پُر ہو کر واپس آئے ہیں چونکہ ہر موصی کے سالانہ حساب کا دار و مدار اسی فارم پر ہوتا ہے اس لئے جن موصیوں نے فارم پُر کر کے بھجوا دیئے ہیں ان کا شکریہ و جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ اور جنہوں نے ابھی نہیں بھجوائے ان سے درخواست ہے کہ جلد ارسال فرما دیں

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

قسط ۲

دہلی میں ہنری مارٹن انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام سیمینار میں احمدی مبلغ کی تقریر

دلچسپ سوالات و جوابات

از مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل - انچارج احمدیہ مسلم مشن دہلی

مورخہ ۲۴ اپریل کو ہنری مارٹن انسٹیٹیوٹ کے زیر اہتمام منعقدہ سیمینار میں تحریک احمدیت پر ایک گھنٹہ کے لیکچر کے بعد سوالات و جوابات کا سلسلہ شروع ہوا۔ قارئین بدر کی دلچسپی کے لئے ذیل میں پوچھے گئے سوالات، مع جوابات درج کئے جاتے ہیں۔

سوال نمبر۱: کیا مرزا صاحب نے کوئی دوائی بنا رکھی تھی یا کوئی مرہم تیار کر رکھا تھا جسے وہ مریضوں پر لگاتے تھے؟

جواب:۔ اس سوال پر میرے ذہن میں مرقس کا وہ حوالہ آگیا جس میں لکھا ہے کہ جب یسوع مسیح نے اپنے حواریوں کو بدروحیں نکالنے کا اختیار بخشا اور انہیں تبلیغ کیلئے بھیجا تو انہوں نے بیماروں کو تیل مل کر اچھا کیا۔ مرقس ۶/۱۳ اس لئے میں نے اس سوال کی توضیح چاہی۔ جس پر سوال کرنے والے دوست نے یہ توضیح کی کہ سنا ہے کہ مرزا صاحب نے کوئی مرہم بنا رکھی تھی جس سے وہ مریضوں کو اچھا کرتے تھے۔ اور اس طرح معجزۂ شفا دکھاتے تھے۔

اس پر میں نے کہا کہ یہ بالکل غلط ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کوئی مرہم بنا رکھا تھا اور اس سے شفایابی کا معجزہ دکھاتے تھے

حضرت مرزا صاحب کے والد بزرگوار طبیب تھے اور اس وجہ سے آپ نے طب کا علم اپنے والد بزرگوار سے ورثہ میں پایا تھا۔ اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ بغیر معاوضہ کے بیماروں کا علاج بھی کرتے تھے لیکن اس سے یہ مقصود نہ تھا کہ شفایابی کا معجزہ دکھائیں۔ اور اس طرح لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کریں۔ ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کے انبیاء دعاؤں اور روحانی برکت سے روحانی بیماروں کو اچھا کرتے ہیں۔ اور حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے بھی دعاؤں کے ذریعہ روحانی بیماروں کو اچھا کیا تھا۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے اپنی دعاؤں اور روحانی برکت سے ہزاروں روحانی بیماروں کو شفا بخشی۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"میں کثرت قبولیت دعا کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میری دعائیں تیس ہزار کے قریب قبول ہو چکی ہیں اور ان کا میرے پاس ثبوت ہے"

(ضرورۃ الامام صفحہ ۲۳)

سوال نمبر۲:۔ ایک طرف آپ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نہیں آئیں گے۔ دوسری طرف مرزا صاحب کو مسیح موعود کہتے ہیں۔ مرزا صاحب مسیح موعود کس طرح ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ موعود تو خود یسوع مسیح ہیں۔ اس لئے خود انہی کے واپس آنے پر موعود مسیح کی آمد کی پیشگوئی پوری ہو سکتی ہے۔

جواب:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو خود کہہ دیا ہے کہ میں اب واپس دنیا میں نہیں آؤں گا۔ یوحنا ۱۷/۱۱

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر نہیں گئے بلکہ فوت ہو گئے ہیں تو موعود مسیح کی پیشگوئی مثیل مسیح کی آمد سے پوری ہوگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یوحنا نبی کی آمد کو ایلیا نبی کی آمد قرار دیا۔ متی ۱۱/۱۴ گویا یوحنا ایلیا نبی کے مثیل تھے۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب مثیل مسیح ہیں

سوال نمبر۳:۔ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں اور ان کی توہین کی ہے

جواب:۔ حضرت مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہرگز توہین نہیں کی بلکہ آپ کو سچا اور راستباز ثابت کیا۔ حضرت مرزا صاحب اپنے آپ کو مثیل مسیح فرماتے ہیں۔ اگر آپ مسیح کی توہین کرتے تو اپنی مشابہت ان سے کیوں بتلاتے چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

۱۔ "جس حالت میں مجھے دعویٰ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مجھے مشابہت ہے تو ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ میں اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو برا کہتا تو اپنی مشابہت ان سے کیوں بتلاتا کیونکہ اس سے تو خود میرا برا ہونا لازم آتا ہے"

(تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۵ حاشیہ)

۲۔ "موسیٰ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا۔ اور محمدی سلسلہ میں میں مسیح موعود ہوں۔ سو میں اس کی عزت کرتا ہوں جس کا ہمنام ہوں اور مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔"

(کشتیٔ نوح)

۳۔ "پادریوں نے جب حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں تو آپ نے اناجیل سے الزامی طور پر بعض باتیں جواب میں لکھیں۔ لیکن ساتھ ہی فرمایا:۔

ھٰذا ما کتبنا من الانجیل علیٰ سبیل الالزام وانا نکرم المسیح ونعلم انہ کان تقیاً ومن الانبیاء الکرام

(ترغیب المومنین صفحہ ۱۹ حاشیہ)

ترجمہ:۔ یہ ہم نے اناجیل سے الزامی رنگ میں لکھا ہے ورنہ جہاں تک حضرت مسیح علیہ السلام کا سوال ہے ہم ان کی عزت کرتے ہیں۔ اور ہم جانتے ہیں کہ وہ متقی تھا۔ اور معزز و مکرم انبیاء میں سے تھا۔

سوال نمبر۴:۔ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو نبی کہا۔ کیا ایسے نبی آپ کے بعد بھی آسکتے ہیں؟

جواب:۔ میں اپنی تقریر میں بتا چکا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب امتی نبی ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد امت محمدیہ میں حضور کی پیروی سے امتی نبی کا امکان ثابت ہے (اس موقعہ پر خاکسار نے آیت ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم الخ سے استدلال کیا) اس لئے آئندہ بھی اگر خدا تعالیٰ کے نزدیک ضرورت ہو تو نبیوں کے آنے کا امکان ہے۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ نبی کو کب، کہاں اور کس وقت بھیجا جائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ سورہ انعام ع ۱۵۔ یعنی اللہ تو سب سے زیادہ جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے۔

سوال نمبر۵:۔ جنوبی ہند کے علاقہ میں ایک پمفلٹ شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

جواب:۔ حضرت مرزا صاحب نے خدا کی اطلاع کے مطابق یہ بتایا کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور ان کی قبر سرینگر محلہ خانیار میں ہے۔ اور اس کے بعد آپ نے اس کی تحقیق کروائی۔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا صاحب کے انکشاف کے مطابق یہ تسلیم کرتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب سے بچائے گئے اور صلیبی موت سے بچنے کے بعد وہ تھوما حواری سے ملے۔ اور اس کے بعد گلیل کو روانہ ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے شام، ایران، افغانستان کا رستہ اختیار کیا۔ اور بالآخر اپنی کھوئی بھیڑوں کے پاس کشمیر میں پہونچے اور یہاں اپنی جان تبلیغ کرتے ہوئے جان آفرین کے سپرد کی۔ محلہ خانیار میں یہ مزار اب بھی موجود ہے اور یوز آسف نبی کے نام سے مشہور ہے۔ اور یہی وہ مزار ہے جس میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام ابدی نیند سو رہے ہیں۔

سوال نمبر۶:۔ مسلمانوں میں مشہور ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی آمد کے بعد قیامت آجائے گی۔ حضرت مرزا صاحب کو آئے ہوئے لمبا زمانہ گزر گیا مگر قیامت نہیں آئی۔

جواب:۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ قیامت سے مراد یہ ہے کہ دنیا تہ و بالا ہو جائے گی۔ اور یہ زمین و آسمان تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا کہ انا والساعۃ کھاتین کہ میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح باہم ملے ہوئے ہیں۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ۱۴۰۰ سال کا عرصہ گزر گیا۔ دنیا تہ و بالا نہیں ہوئی۔ پس قیامت سے مراد صرف یہ نہیں کہ دنیا تہ و بالا کر دی جائے بلکہ کسی قوم کی ترقی اور تنزل کیلئے بھی قیامت کا لفظ استعمال ہوتا ہے دنیا کے لوگ اس وقت جن حالات سے گزر رہے ہیں وہ کسی صورت میں بھی قیامت سے کم نہیں۔

سوال نمبر۶:۔ مرزا صاحب کے اس دعوے کی بنیاد کیا ہے۔ یعنی آپ نے جو فرمایا کہ میں تمام قوموں کے لئے موعود ہوں۔ یہ دعوے مذہبی کتابوں کی بنیاد پر ہے یا اس کی بنا کچھ اور ہے؟

جواب:۔ حضور کے اس دعوے کی بنیاد خدا تعالیٰ کی وحی پر ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"یہ میرے خیال اور قیاس سے نہیں بلکہ وہ خدا جو زمین اور آسمان کا خدا ہے اس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے۔ اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتایا ہے کہ تو ہندوؤں کیلئے کرشن اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہے" (لیکچر سیالکوٹ)

سوال نمبر۷:۔ مولانا اجمل خان صاحب جو مولانا ابوالکلام آزاد کے پرسنل اسسٹنٹ

رہ چکے ہیں اس مجلس میں موجود تھے۔ اور یہ سوال انہوں نے کیا)

کیا مرزا صاحب نے مُردوں کو ایسی زندگی دی جیسی کہ حضرت مسیح دیا کرتے تھے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء انسانوں کو روحانی زندگی دینے کے لئے آیا کرتے ہیں جسمانی مُردوں کو زندہ کرنا ان کا کام نہیں ہوتا۔ انجیل سے بھی ثابت ہے کہ مُردوں سے مراد روحانی مُردے تھے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی روحانی مردوں کو زندہ کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرماتا ہے

یَاۤ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ (انفال رکوع)

ترجمہ:۔ اے مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی بات سنو جب کہ وہ تمہیں زندہ کرنے کیلئے پکاریں۔

مسلمانوں کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام نے تو کئی مُردے زندہ کئے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مردہ زندہ نہ کیا۔ لیکن خدا فرماتا ہے کہ جب خدا کا رسول تمہیں زندہ کرنے کے لئے پکارے تو اس کی بات کو سنو

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی بعثت سے ہزاروں نہیں لاکھوں روحانی مردوں کو زندہ کیا۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے آج ایک دو نہیں ہزاروں اور لاکھوں روحانی مُردوں کو زندہ کر دیا۔ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

"انجیل کو پڑھ کر دیکھ لو کہ یہی اعتراض ہمیشہ مسیح پر رہا کہ اس نے کوئی معجزہ تو دکھایا ہی نہیں یہ کیسا مسیح ہے۔ کیونکہ ایسا مردہ تو کوئی زندہ نہ ہوا کہ وہ بولتا اور اس جہان کا سب حال سناتا ہے اور اپنے وارثوں کو وصیت کرتا کہ میں تو دوزخ سے آیا ہوں تم جلد ایمان لے آؤ۔ اگر مسیح صاف طور پر یہودیوں کے باپ دادے زندہ کر دکھاتا اور ان سے گواہی دلواتا تو بھلا کس کو انکار کی مجال تھی۔ غرض پیغمبروں نے نشان تو دکھائے مگر پھر بھی بے ایمانوں سے مخفی رہے۔ ایسا ہی یہ عاجز بھی خالی نہیں آیا بلکہ مُردوں کے زندہ ہونے کے لئے بہت سا آب حیات خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو بھی دیا ہے بیشک جو شخص اس میں سے پیئے گا زندہ ہو جائے گا۔ بلاشبہ میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر میرے کلام سے مُردے زندہ نہ ہوں اور اندھے آنکھیں نہ کھولیں اور مجذوم صاف نہ ہوں تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا .... خدا تعالیٰ کے راستباز بندے دنیا میں اس لئے نہیں آتے کہ لوگوں کو تماشے دکھلائیں بلکہ اصل مطلب ان کا جذب الی اللہ ہوتا ہے اور آخر کار اسی قوت قدسیہ کی وجہ سے وہ شناخت کئے جاتے ہیں"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۴)

پھر حضور فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے اسی غرض سے اس عاجز کو بھیجا ہے کہ تا روحانی طور پر مُردے زندہ کئے جائیں۔ بہروں کے کان کھولے جائیں اور مجذوبوں کو صاف کیا جائے اور وہ جو قبروں میں ہیں باہر نکالے جائیں"

(ازالہ اوہام صفحہ ۳)

اس جواب پر مکرم اجمل خاں صاحب نے فرمایا کہ حضرت مسیح کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ کے الفاظ استعمال کئے ہیں جس سے واضح ہے کہ آسمان کی طرف ان کا رفع ہو گیا۔

اس کے جواب میں میں نے کہا کہ یہاں پر آسمان کا لفظ نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان کی طرف رفع ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف رفع کرنے کا ارشاد فرمایا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ خدا صرف آسمان میں محدود نہیں بلکہ خدا تو آسمان میں بھی ہے، اور زمین میں بھی۔

پھر میں نے بتایا کہ رفع سے مراد روحانی رفع یعنی روح کا عزت کے ساتھ اٹھایا جانا ہے۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع کا جو خصوصیت سے ذکر قرآن مجید نے کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح کے لئے یہ پروپیگنڈا کیا کہ یہ شخص جھوٹا ہے اور آپ کو صلیب پر مار کر لعنتی ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بنیاد کو ہی باطل ٹھہرایا۔ جس بنیاد پر حضرت مسیح کا لعنتی ہونا یہودیوں نے سمجھ رکھا تھا اور وہ یہ کہ حضرت مسیح کو انہوں نے صلیب پر چڑھا کر مار دیا۔ اور اس طرح وہ نعوذ باللہ لعنتی موت مر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بصراحت اس کی تردید کی کہ مسیح صلیب پر مارا گیا اور نعوذ باللہ ملعون ہوا اور رفع روحانی سے روکا گیا۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ عزت کے ساتھ اس کا رفع ہوا پس چونکہ یہودیوں نے حضرت مسیح کی ذلت کے لئے بہت غلو کیا۔ آپ کی والدہ پر ناجائز تہمتیں لگائیں اور اس کو ملعون ٹھہرایا۔ اور اس کے روحانی رفع سے انکار کیا۔ اس لئے حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر مسیح کی عزت اور رفع روحانی کی قرآن کریم میں شہادت دی۔ پس حضرت مسیح علیہ السلام کا بھی انبیائے کرام کی طرح روحانی رفع ہوا نہ کہ جسمانی رفع۔

اس کے بعد یہ مجلس مذاکرہ ختم ہوئی۔ خاکسار نے جماعت احمدیہ سے متعلق کچھ لٹریچر جو ہمراہ لے گیا تھا تقسیم کیا

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ دعا فرماویں اللہ تعالیٰ اس کے بہترین نتائج برآمد فرماوے اور اس زمانہ میں آنے والے امام کو ماننے کے لئے لوگوں کی آنکھیں کھولے۔ کیونکہ یہی وہ زمانہ ہے جس میں مثیل مسیح کی آمد کی ضرورت تھی۔ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اس وقت مثیل مسیح کی سخت ضرورت تھی۔ اور ہزاران ملائک کی جو زندہ کرنے کے لئے اترا کرتے ہیں۔ سخت حاجت تھی۔ کیونکہ روحانی موت اور غفلت ایک عالم پر طاری ہو گئی ہے۔ اور اللہ جل شانہ کی محبت ٹھنڈی ہو گئی اور سخت دلی اور دنیا پرستی پھیل گئی۔ اور وہ تمام وجوہ پیدا ہو گئے جن کی وجہ سے توریت کی تائید میں مسیح ابن مریم دنیا میں آیا تھا۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۹ طبع بار پنجم)

روئداد جلسہ یوم خلافت بقیہ صفحہ نمبر ۴

اس کے بعد مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد نے

احمدیت میں خلافتِ ثالثہ کی خصوصیات

کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ جس میں بیان فرمایا کہ انسانی زندگی ایک فانی چیز ہے۔ انبیاء کے مقدس وجودوں کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد اللہ تعالیٰ خلافت کے ذریعہ ان کے جاری کردہ کاموں کی تکمیل کرتا ہے۔ ہر چیز کی شناخت کے لئے بعض خاص علامات ہوتی ہیں۔ چنانچہ جماعت احمدیہ میں خلافت ثالثہ کی بھی بہت سی خصوصیات ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود و مہدی معہود کی بعثت کے ضمن میں کئی ایسے وجودوں کا ذکر فرمایا تھا جو اسی کے خاندان سے تعلق رکھنے والے ہوں گے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں ایک نافلہ کی بشارت دی گئی تھی۔ اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک ایسا لڑکا دے گا جو ناصر دین ہوگا۔ نیز یہ بھی فرمایا تھا کہ خلافت ثانیہ کے وقت تو بہت فتنہ برپا ہو رہا تھا مگر جنگ احزاب کی طرح یہ آخری فتنہ ہے۔ آئندہ خلافت کے انتخاب کے وقت ایسا فتنہ نہیں پیدا ہوگا۔ انشاء اللہ

تقریر جاری رکھتے ہوئے مقرر نے بعض حوالہ جات سے یہ امر بھی بیان فرمایا کہ جس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفۂ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیر کے دن اور نومبر کی نویں تاریخ کو منتخب ہوئے تھے اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو بھی یہ خصوصیت حاصل ہوئی کہ حضور کا انتخاب بھی نومبر کی نویں تاریخ پیر کے روز ہوا۔

آخر میں مقرر نے بیان کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام الٰہی کہ

بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے

پورا ہوا۔ اور وہ اس طرح کہ گیمبیا (افریقہ) کے پہلے گورنر جنرل ایف ایم سنگھاٹے کو یہ سعادت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ذریعہ سے حاصل ہوئی۔

اس کے بعد صاحب صدر نے آیت استخلاف سے استدلال کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اسے معزول کرنے کا اختیار نہیں رکھتی۔ اس کی تائید میں فاضل مقرر نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث بھی پیش فرمائی جس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جو قمیص پہنائے گا اسے اتارنا نہیں۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے آیت استخلاف کی تفسیر کے ضمن میں صدر محترم نے ان امور پر بھی روشنی ڈالی کہ خلفاء کے ذریعہ سے دین کو تمکین اور استحکام حاصل ہوتا ہے۔ خوف امن سے بدل جاتا ہے۔ شرک کا استیصال ہو کر توحید الٰہی کا قیام ہوتا ہے اور منکرین خائب و خاسر ہو کر رہ جاتے ہیں

بالآخر یہ مبارک اور روحانیت سے پُر تقریب پونے گیارہ بجے ایک اجتماعی دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔ مقامی مستورات بھی برعایت پردہ جلسہ سے مستفید ہوئیں

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے ہماری جماعت کو قیامت تک خلافت کی نعمت سے سرفراز فرمائے اور ہر احمدی کو خلافت سے دلی وابستگی کی توفیق بخشے آمین۔

جزیرہ فیجی میں اسلام اور عیسائیت کے درمیان عظیم الشان مباحثہ

(بقیہ صفحہ اوّل)

کے ڈڈلی ہاؤس سکول میں ۶ مئی ۱۹۶۸ء کی صبح سے مباحثہ شروع ہو گیا۔ جس کا اعلان فیجی ریڈیو اور اخبار فیجی ٹائمز نے باقاعدہ طور پر کیا۔

طریق کار یہ تھا کہ فریقین صبح ساڑھے آٹھ بجے سے لے کر شام چھ بجے تک متواتر سوائے دوپہر کے مختصر وقفہ کے آمنے سامنے بیٹھ کر مقررہ مضمون پر پرچے لکھتے اور شام کو ساڑھے سات بجے ڈڈلی سکول کے ہال میں یہ پرچے حاضرین کو جن کی تعداد ایک سو تک محدود کر دی گئی تھی سنا دیئے جاتے شرائط کے مطابق دونوں مناظرین کو کسی مددگار کے رکھنے کی اجازت نہ تھی۔ بوقت تحریر مباحثہ صرف فریقین کی طرف سے نگران مقرر تھا۔ اہل اسلام کی طرف سے جملہ ایام کے لئے خاکسار شیخ عبدالواحد بطور نگران رہا عیسائیوں کی طرف سے گو بیشتر وقت پادری سحر دل جو نا گپور ہندوستان میں چار پانچ سال رہ چکے ہیں، اور اردو پر عبور رکھتے ہیں اور بڑی مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک ہیں بطور نگران رہے لیکن ان کی مصروفیات کے باعث بعض دوسرے عیسائی حضرات بھی اس ڈیوٹی کو سرانجام دیتے رہے۔ ۶ مئی کی شام کو پہلے دن کے مباحثہ کی تحریر بخیر و خوبی ختم ہوئی۔ موضوع مباحثہ تھے: ۱۔ توحید ۲۔ بائیبل کا الہام الٰہی ہونا۔ پادری عبدالحق صاحب نے توحید کے مضمون میں حسب معمول اپنی ساحرانہ فریب کاری سے کام لیا اور اپنی منطقیانہ ادق اصطلاحوں کی بھرمار سے حاضرین کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ گویا وہ بہت بڑے فلاسفر اور علامہ دہر ہیں۔ گو حاضرین اُن کی باتوں کو ذرہ بھی نہ سمجھتے تھے لیکن کسی حد تک ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پادری صاحب کا سحر سامری بادِ اثر پبلک پر چھا رہا ہے۔ ہمارے مناظر نے بائیبل سے یہ پیش کیا کہ جس حکمت و فلسفہ پر تم اتنا ناز کرتے ہو اسے تو انجیل میں "بیوقوفی۔ جہالت۔ باطل خیالات اور لاحاصل فریب اور دنیوی ابتدائی باتیں کہا گیا ہے" (عہد نامہ جدید کی

کتب اور کلیسوں) تاہم اس روز بعض لوگ پادری صاحب کی چالاکی کا کسی حد تک شکار معلوم ہوتے تھے۔ لیکن دوسرے دن اللہ تعالیٰ نے اس پُر فریب جادو کو محض اپنے فضل سے دھوئیں کی طرح اُڑا دیا۔ ۷ مئی کے مباحثہ کے لئے دو مضمون مقرر تھے۔ ۱۔ کیا مسیح ناصریؑ اللہ مجسم ہے۔ ۲۔ کیا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام مسیح موعود ہیں۔ چونکہ معلوم ہوتا ہے پادری صاحب کی کاپیوں میں محفوظ شدہ منطقیانہ نوٹ ختم ہو گئے تھے وہ کوئی خاص ٹھوس بات کرنے کی بجائے اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ گو بوقت تحریر بھی اُن کا حال دیکھنے والا تھا۔ جبکہ بلا مبالغہ اُن کو ہوش نہ تھی کہ وہ کیا لکھ رہے ہیں اور کس طرح لکھ رہے ہیں۔ مگر شام کے اجلاس میں پرچے سناتے ہوئے تو نظارہ قابل دید تھا۔ پادری صاحب کے واسطے اپنے ہاتھوں کا لکھا بھی پڑھنا مشکل تھا وہ شکستہ دل کھڑے ہوئے اُن کی زبان لڑکھڑاتی اور آواز لرزتی تھی، یہ مباحثہ بفضل خدا ایک خاص کامیابی اور فتح کا دن ہمارے واسطے لایا۔ اس کی خاص الخاص خصوصیت یہ تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ حضور کے اپنے ہی مبارک الفاظ میں پیش کرنے کی توفیق مبلغ احمدی مناظر کو اللہ تعالیٰ نے بخشی۔ اُس کی زبان میں برکت عطا فرمائی اور آواز میں شوکت دی۔ جب وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پُر شوکت عبارت پڑھتے تو حاضرین پر ایک کیف طاری ہو جاتا۔

بہر حال بفضلہ تعالیٰ دوسرے دن کے مباحثہ میں بھی پادری صاحب کا سارا طلسم ٹوٹ گیا اور حاضرین پر اُن کے علم کا جو غلط اثر پڑا تھا، وہ بالکل زائل ہو گیا۔ اس اثر کو زائل کرنے کے لئے پادری صاحب نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے شرائط کے سراسر خلاف کہ پرچہ سناتے ہوئے کسی کو زبانی ایک لفظ بھی کہنے کی اجازت نہ ہو گی۔ پادری صاحب نے احمدی مناظر کی

تقریر میں شور مچانا شروع کر دیا۔ جس پر دونوں طرف کے نگرانوں کو انہیں ڈانٹ کر چپ کرانا پڑا۔ اختتام مباحثہ پر غیر مسلم حاضرین نے بھی اسلام اور احمدیت کے متعلق بہت اچھا اثر لینے کا اقرار کیا اور بوقت رخصت بلا تفریق مذہب و ملت سب احمدی مناظر سے ہاتھ ملانے کیلئے ٹوٹے پڑتے تھے اس ہجوم میں جب غیر مسلم عورتوں نے بھی خراج تحسین کے طور پر احمدی مناظر محترم مولانا نور الحق صاحب انور سے مصافحہ کی کوشش کی تو برادرم موصوف نے نہایت ملاطفت اور محبت سے یہ مسئلہ سمجھایا کہ اسلام میں عورتوں سے مصافحہ کی اجازت نہیں اور باخلاق طور پر ہاتھ اُٹھا کر اُن کے سلام کا جواب دیا۔

۸ مئی ۱۹۶۸ء کو حسب معمول مباحثہ کا تیسرا دن شروع ہوا۔ اُس دن کے لئے مضمون ۱۔ کیا مسیح ناصری صلیب پر فوت ہو گئے تھے۔ ۲۔ کیا قرآن شریف الہامی کتاب ہے مقرر تھے۔ قبل از دوپہر جاز گھنٹے فریقین اطمینان سے پرچے لکھتے رہے گو گذشتہ دن کی شکست کا اثر پادری صاحب کو مضطرب کئے ہوئے تھا جس کا اظہار ان کی حرکات سکنات سے نمایاں ہو رہا تھا لیکن قبل از دوپہر کے آخری پرچے میں جب احمدی مناظر نے قرآن شریف سے یہ ناقابل تردید ثبوت پیش کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام صلیب کی لعنتی موت کی بجائے اللہ تعالیٰ کے وعدہ انی متوفیک ورافعک الیّ یعنی طبعی موت از موت کے وعدہ الٰہی کے مطابق کشمیر میں فوت ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان در قرآن الحق من ربک فلا تکن من الممترین کے مطابق یہ ناقابل تردید حقیقت اور شک و شبہ سے پاک صداقت ہے اور اس کے بعد خدا تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق کہ

"فمن حآجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم

ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین (آل عمران)

یعنی اے مسلمان جو شخص تیرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس یقینی علم کے آنے کے باوجود جھگڑا اور بحث کرتا چلا جائے تو پھر تم اُسے دعوت دو اور کہو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنے نفوس اور تم اپنے نفوس کو پھر گڑگڑا کر دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔"

ہمارے مناظر نے بڑی تحدی سے لکھا کہ

"خدا تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق عبدالحق صاحب کو دعوت دیتا ہوں وہ اگر سچے ہیں تو اپنے ساتھیوں سمیت میدان مباہلہ میں آئیں اور ہم سے مل کر اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ سچ اور جھوٹ کو ظاہر کر دے۔ پادری صاحب مخلوق خدا پر رحم کریں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس پیرانہ سالی میں آرام سے گھر بیٹھنے کی بجائے خدا کی خاطر ملک ملک گھوم رہے ہیں۔ وہ اُس خدا کے واسطے جس کے [illegible] وہ اس طرح آرام سے بے آرام ہو رہے ہیں آئیں اور اس انصاف والے یقینی ذریعہ کو اختیار کریں جس سے سچ اور جھوٹ میں امتیاز ہو سکتا ہے۔ آئیں اور ہم دونوں اپنے اپنے ساتھیوں سمیت یہ دعا کریں کہ اے اللہ ہم دونوں فریق میں سے جو جھوٹ اختیار کر رہا ہے اُس کو عبرت ناک سزا دے اور اس پر لعنت ڈال اور اے خدا جو سچا ہے اُس کا حامی ہو اور اُس کو عزت و سرفرازی بخش۔"

تو اسے پڑھتے ہی پادری صاحب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ میں خود نہیں [illegible] سکتا اور اُس نظارہ کو نہیں بھول سکتا کہ ان الفاظ کے پڑھتے ہی پادری صاحب کے چہرہ پر موت کی سی زردی [illegible] معلوم ہونے لگی اور ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ بالآخر اندرونی کشمکش سے مغلوب ہو کر انہوں نے قلم ہاتھ سے رکھ دیا۔ کرسی سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور بے قراری میں ٹہلنا اور احمدی مناظر کو کوسنا اور گالیاں دینا شروع کر دیا۔ ہم نے ہر طرح تحمل سے کام لیا اور بجز اُن کی گالیوں کا کچھ [illegible] دیا۔ اس پر پادری صاحب نے [illegible] کہ ہمارے دل دکھانے کے بہانے سے آقا پر حملے شروع کئے پھر بھی ہم نے [illegible] تاکہ وہ اس بات کی آڑ لے کر فرار کا راستہ اختیار نہ کریں لیکن

صاحب تو کھا گئے کی پوری طرح ٹھان چکے تھے (اور عجیب بات ہے کہ دوسرے دن کے مناظرہ کے اختتام پر بہت سے لوگوں نے یہ کہہ دیا تھا کہ غالباً پادری صاحب کل میدان مناظرہ میں نہیں آئیں گے) پادری صاحب نے دشنام دہی کو کافی نہ سمجھ کر ہاتھا پائی کی نوبت پہنچا دی لیکن الحمد للہ کہ ہم ہر طرح پُرسکون رہے اور پادری صاحب کو نہایت ملاطفت سے اصل کام کے جاری رکھنے کی طرف توجہ دلائی۔ لیکن پادری صاحب کسی طرح نہ مانے اور صاف کہہ دیا کہ میں اب کسی صورت میں مناظرہ نہیں کروں گا۔ اور چلنے کو تیار ہو گئے۔ احمدی مناظر نے عیسائی نگران اور دوسرے حاضر الوقت دو تین عیسائی نمائندوں سے کہا کہ کم از کم آج شام کو یہ پرچے سنا تو دیئے جائیں۔ کیونکہ لوگ دور دور سے خرچ کر کے سماعت کے لئے آتے ہیں۔ پہلے تو پادری صاحب سنانے پر بھی راضی نہ ہوتے تھے لیکن بالآخر جب احمدی مناظر نے واشگاف الفاظ میں کہہ دیا کہ پادری صاحب آئیں نہ آئیں میں تو شام کو [illegible] بس میں آؤں گا۔ اور اپنے پرچے ضرور سناؤں گا۔ تب پادری صاحب رات کے پروگرام میں آنے پر راضی ہوئے۔ [illegible] کے بعد وہ سارے معاہدہ اور ساری شرائط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مناظرہ درمیان میں ہی چھوڑ کر چلے گئے۔ احمدی مناظر نے اپنا [illegible] لیا اور وہیں بیٹھ کر پادری صاحب کے پرچہ کا جواب لکھ دیا۔

[illegible] ساڑھے سات بجے حسب پروگرام [illegible] منعقد ہوئی۔ اور فریقین نے اپنے اپنے پرچے سنائے۔ لیکن احمدی مناظر جب اپنا آخری پرچہ سنانے لگے تو پادری صاحب جو شروع اجلاس سے ہی [illegible] اور اضطراب کا مجسمہ تھے آپے سے بالکل باہر ہو گئے اور [illegible] احمدی مناظر کو آخری پرچہ نہیں [illegible] دیں گے۔ کیونکہ احمدی مناظر نے یہ پرچہ میری عدم موجودگی میں لکھا ہے۔ اُن کو بہتیرا کہا گیا کہ اگر آپ خلاف شرائط اور بددیانتی سے [illegible] مناظرہ سے چلے گئے تو اس میں آپ کا [illegible] قصور ہے۔ احمدی مناظر کو اس کے حق [illegible] محروم نہ کیجئے۔ پس حق تو [illegible] عیسائی [illegible] نے بھی جس نے آخری پرچہ پر تصدیقی دستخط کئے [illegible] احمدی مناظر کو ان کا حق ملنا چاہیئے۔ ضد منٹ کی بات ہے۔ اُن کا پرچہ سن لیا جائے۔ لیکن پادری صاحب نے شور سے آسمان سر پر اٹھا لیا جس پر غیر مسلم صاحبِ صدر کو مجبوراً جلسہ برخاست کرنا پڑا۔

مباحثہ کا اثر

(۱) اگرچہ ایک لحاظ سے پادری عبد الحق صاحب کے فرار کے باعث یہ مباحثہ ادھورا رہ گیا تاہم فیجی میں اپنی قسم کا اولین مباحثہ ہونے کے باعث فیجی بھر میں جماعت احمدیہ کا چرچا ہوا اور ہر طبقہ کے لوگوں نے اس میں بڑی دلچسپی کا اظہار کیا اور احمدی دوست تو دور دراز جگہ سے اس میں شامل ہوتے رہے۔ پادری عبد الحق صاحب نے اپنی عادت کے مطابق اپنے ابتدائی پرچوں میں بڑے بلند بانگ دعاوی [illegible] تمسخر و استہزاء اُن کا شیوہ منطقیانہ پیچیدہ باتیں [illegible] پر اپنی علمیت کا اثر ڈالنا چاہا اور یہاں تک بھی کہہ دیا کہ "معلوم ہوتا ہے کہ احمدی نمائندہ نے ہمارے مقابلہ میں قلم بالکل پھینک دیا ہے"۔ خدا تعالےٰ کی قدرت ہے کہ اُن کے اس نہایت متکبرانہ فقرہ کا جواب اللہ تعالےٰ نے خود تیسرے دن کے مناظرہ میں اس طرح دیا کہ انہوں نے خود اپنا قلم احمدی مناظر کے مقابلہ میں ایسا پھینکا کہ پھر نہ اُٹھایا۔ اور دوسرے دن ہی فیجی سے رخصت ہو گئے۔

۲۔ پادری صاحب نے [illegible] اور متکبرانہ اور پُر از استہزاء [illegible] یہ لکھی کہ احمدی مناظر ہمارے [illegible] قربانی کا بکرا بن کر آیا ہے۔ اس [illegible] بھی اللہ تعالےٰ نے خود اُن [illegible] منہ سے یوں دلوا دیا کہ جب قرآن کریم کا متحدیانہ کلام مباہلہ کے متعلق انہوں نے سنا اور اُن کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تو بے اختیار پھڑ پھڑاتے ہونٹوں سے یہ فقرے اُن کے منہ سے نکلے کہ میرے لڑکے ڈاکٹر اکبر حق نے ابھی مجھے کہا کہ "پاپا تو کس مصیبت میں پھنس گئے ہو"۔ گویا اس طرح انہوں [illegible] خود اقرار کیا کہ گویا میں قربانی کا [illegible] بن گیا ہوں۔

(۳) یہ پہلے سنا [illegible] احمدی مناظر جب نہایت خوش الحانی سے قرآن شریف کی تلاوت کرتے تو بفضل خدا حاضرین پر ایک عجیب اثر کلام اللہ کا ہوتا۔ پادری عبد الحق کے لئے یہ بات بھی سوہانِ روح تھی جس کا اظہار انہوں نے اپنے پرچوں میں بھی کیا اور کہا کہ احمدی مناظر اثر ڈالنے کے لئے قرآن مجید اس طرح پڑھتا ہے اور حال یہ تھا کہ کلام اللہ کی تلاوت کے وقت غیر مسلم تک بھی بے اختیار جھوم رہے ہوتے تھے۔ دراصل اس میں احمدی مناظر کا دخل نہ تھا بلکہ یہ کلام اللہ کی خصوصیت ہے۔ کہ متعصب سے متعصب انسان بھی سنکر اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

گذشتہ دنوں کا [illegible] واقعہ ہے کہ نانڈی کالج کی ایک تقریب میں جب برادرم مولانا نور الحق صاحب انور نے قرآن مجید پڑھا تو ہز ایکسیلینسی گورنر صاحب فیجی جو اس تقریب میں موجود تھے اتنے متاثر ہوئے کہ بعد میں برادرم موصوف سے کہنے لگے کہ میں نے اتنا اچھا کلام اتنی اچھی آواز میں آج تک نہیں سُنا۔

۴۔ بفضل خدا یہ مباحثہ احباب جماعت کے ازدیادِ ایمان اور تقویت کا باعث ہوا۔ احباب کو کثرت سے دعائیں کرنے کا موقعہ ملا۔ اور اللہ تعالےٰ نے بعض دوستوں کو مبشر خوابیں بھی دکھائیں۔ برادرم محترم سید صاجر حسین صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ صوووا نے خواب میں دیکھا کہ گویا احباب جماعت مسلح قطار باندھے ہند و قیں لئے دشمن کے مقابل پر کھڑے ہیں کہ اتنے میں غیب سے ایک دھواں سا اُٹھا جسے دیکھ لشکر اعداء پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گیا۔

اسی طرح برادرم سید احمد حسین صاحب جو ہمارے مخلص نو مبائع ہیں انہوں نے بھی خواب میں دیکھا کہ برادرم مولانا نور الحق صاحب انور اور خاکسار شیخ عبد الواحد سید احمد حسین صاحب موصوف کے ساتھ کھڑے ہیں کہ خواب میں پادری عبد الحق صاحب کھانے کا ایک خوان لے کر آتے گویا وہ احمدی مبلغین کو کھانا دینا چاہتے ہیں۔ اتنے میں پادری صاحب کے عیسائی ساتھیوں نے اُن کی توجہ کسی دوسری طرف یہ کہہ کر پھیر دی کہ پادری صاحب آپ کو کچھ لوگ ملنے آئے ہیں اور وہ آپ کو بلاتے ہیں۔ یہ سنکر پادری صاحب موصوف اُن کی طرف چلے گئے۔ اور کھانا پیش نہ کر سکے۔

ہُوا بھی اسی طرح جب پادری صاحب درمیان ہی میں مناظرہ چھوڑ بیٹھے تو انہوں نے ضد سے مولانا نور الحق صاحب انور کو آخری پرچہ بھی سنانے نہ دیا۔ حالانکہ اس پرچہ میں نہایت محبت سے پادری صاحب کو دعوتِ اسلام دی گئی تھی۔

خود برادرم مولانا نور الحق صاحب انور کو مناظرہ سے قبل بعض مبشر خوابیں دکھائی گئیں۔ ایک میں [illegible] فرشتے قطار باندھے عیسائیوں کے مقابلہ کے لئے کھڑے نظر آئے۔ ایک دوسری خواب میں صاف اشارہ تھا کہ گویا پادری صاحب مناظرہ کے دوران میں ہی مفلوج ہو کر رہ گئے ہیں جس کے باعث مناظرہ تمام نہیں ہو سکا۔

بالآخر احباب جماعت سے درخواست کرتا ہوں کہ دعا فرمائیں اللہ تعالےٰ اس مناظرہ کی نمایاں فتح اور نیک اثرات کو ہماری تبلیغی جد و جہد کے لئے ہر جگہ ممد و معاون بنائے اور سارے علاقہ کو قبولِ حق کی توفیق دے اور اسلام کے نور سے منور فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

خاکسار
شیخ عبد الواحد فاضل مبلغ
جزائر فیجی

درخواستہائے دعا

(۱) خاکسار کا بڑا لڑکا عزیز سلطان احمد چار پانچ روز سے بعارضہ بخار اور تھے سخت بیمار چلا آ رہا ہے۔ بخار اکثر ۱۰۳ سے اوپر ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے کمزوری بہت زیادہ ہو گئی ہے تمام احباب جماعت بزرگانِ سلسلہ اور درویشان قادیان سے عزیز کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے عاجزانہ دعا کی درخواست ہے

خاکسار شیخ محمود احمد سعید واقفِ زندگی ربوہ

۲۔ مخالفین نے پارٹی بازی اور دشمنی کی وجہ سے مجھ پر رشوت کا مقدمہ دائر کر دیا ہے درویشان کرام اور جملہ احباب سے درد مندانہ دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھے باعزت بری فرماوے اور میری پریشانیوں کو دور فرما کر اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

خاکسار عبد الرحیم اکونٹنٹ میونسپل کمیٹی چشتیاں

ادائیگی چندہ وقف جدید

حسابات دیکھنے سے معلوم ہوا ہے کہ ہمارے وصولی کی رفتار بہت گر گئی ہے۔ یکم مئی سے اب تک وصولی کمی کی طرف جا رہی ہے اور تدریجی بجٹ سے وصولی بہت ہی کم ہے۔ احباب کو چاہیئے کہ چندہ وقف جدید کی وصولی کے لئے اپنی جدوجہد کو تیز کر دیں۔ جماعتوں کے امراء اور صدر صاحبان سے بھی درخواست ہے کہ وہ چندہ وقف جدید کے حسابات کا جائزہ لے کر اس کمی کو پورا فرما دیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

ابھی بھی بعض دیہاتی اور شہری جماعتیں ایسی ہیں جو تا حال سال رواں کے وعدہ جات کی فہرست دفتر ہذا میں ارسال نہیں کر سکیں انہیں چاہیئے کہ اس کوتاہی کا ازالہ نقدی کی صورت میں پیش کر کے کریں۔ اور اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو کر عنداللہ ماجور ہوں۔

انچارج وقف جدید انجمن احمدیہ قادیان

(بقیہ) اخبار احمدیہ (صفحہ اول)

رہی ہے کل سے آواز بیٹھ گئی ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ محترم صاحبزادہ صاحب کو اپنے فضل سے کامل و عاجل صحت عطا فرمائے۔ محترمہ بیگم صاحبہ اور تمام بچے بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

قادیان ۲۸ مئی۔ مکرم قریشی یونس احمد صاحب اسلم بدستور تشویشناک طور پر بیمار چلے آ رہے ہیں۔ احباب اپنے درویش بھائی کے لئے خصوصیت سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے انہیں شفا بخشے۔ آمین۔

درخواست دعا

میرے چھوٹے بھائی عزیز سید منظور احمد اور بھانجے سید نصیر احمد نے بی۔ ایس فائینل کا امتحان دے چکے ہیں۔ نمایاں کامیابی کے لئے جملہ احباب جماعت اور بزرگان سلسلہ سے درد مندانہ درخواست دعا ہے

خاکسار سید عبدالمنصور کٹکی قادیان

بجٹ کے مطابق ۶۰ فیصدی سے ۸۰ فیصدی تک
چندہ ادا کرنے والی جماعتوں کے نام

اخبار بدر کے گذشتہ پرچہ کی اشاعت میں اُن جماعتوں کے نام شائع کئے گئے تھے جن کی طرف سے گذشتہ مالی سال ۶۸-۱۹۶۷ء میں کم از کم ۸۰ فی صدی لازمی چندہ جات کی وصولی ہوئی تھی۔ ذیل میں ان جماعتوں کے نام درج کئے جاتے ہیں۔ جن کی طرف سے وصولی متوقع بجٹ کے مقابل پر ۶۰ فی صدی سے ۸۰ فی صد تک ہوئی۔

جملہ جماعتوں کو اُن کے بجٹ سال مالی ۶۹-۱۹۶۸ء اور بقایا کی پوزیشن سے اطلاعات نظارت ہذا کی طرف سے بھجوائی جا چکی ہیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ احباب جماعت و عہدیداران مال اور مبلغین صاحبان اپنے اپنے علاقہ میں پوری توجہ اور کوشش کر کے تعاون فرماویں۔ تاکہ گذشتہ مالی سال میں آمد کی کمی کی وجہ سے جو زیر باری ہوئی ہے۔ اس کا ازالہ موجودہ مالی سال میں ممکن ہو سکے۔

امید ہے کہ جملہ احباب جماعت اپنی اس اہم ذمہ داری کو پورا کر کے فرض شناسی کا ثبوت دیں گے اور عنداللہ ماجور ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق بخشے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

نمبر شمار	نام جماعت	وصولی بجٹ فیصدی	صوبہ
۱	دہلی	۶۲ فیصدی	یو.پی
۲	علی پور کھیڑہ	۶۹ "	"
۳	بھاگل پور	۶۰ "	بہار
۴	جمشید پور	۷۲ "	"
۵	کلکتہ	۷۰ "	بنگال
۶	او.ایم.پی کٹک	۷۸ "	اڑیسہ
۷	چودہ دار	۷۳ "	"
۸	کٹک شاؤن	۷۲ "	"
۹	کیرنگ	۷۸ "	"
۱۰	نیاگڑھ	۶۳ "	"
۱۱	پوری	۷۴ "	"
۱۲	بھدرک	۶۰ "	"
۱۳	شیموگہ	۶۴ فیصدی	میسور
۱۴	ٹیلی چری	۶۱ "	کیرالہ
۱۵	کوڈالی	۷۵ "	"
۱۶	پیانگاڈی	۶۴ "	"
۱۷	موگرال	۷۴ "	"
۱۸	کوڈیا متورہ	۸۰ "	"
۱۹	ننر گڑھ	۷۲ "	مہاراشٹر
۲۰	آسنور	۶۰ "	کشمیر
۲۱	شورت	۶۰ "	"
۲۲	کالابن کوٹھی	۶۵ "	"
۲۳	یوکھ دشتورہ	۷۱ "	"
۲۴	اوگام	۷۲ "	"

خلافت احمدیہ اور اہل پیغام

(بقیہ صفحہ ۲)

مولوی محمد علی صاحب کے بارہ میں پیغام صلح کے محولہ بالا فقرہ سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ خطبہ میں حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے مخاطب وہی لوگ تھے جو شروع سے خلافت ہی کے خلاف تھے اور محض منافقت کے طور پر بیعت کر کے مومنوں کی جماعت میں انتشار پیدا کرنے کی غرض سے اندر ہی اندر طرح طرح کی وسوسہ اندازی کرتے رہتے تھے جس پر خلیفہ برحق کو متنبہ کرنا پڑتا۔ مگر منافقین کی وسوسہ اندازی نہ اس وقت جماعت کے اس شیرازے کو بکھیر سکی جسے خدا تعالیٰ کی قدرت نے خلافت کے ذریعہ مستحکم کر دیا تھا اور نہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ کی وفات کے بعد جب مولوی محمد علی صاحب مع اپنے رفقاء کے کھل کھیلے اور علی الاعلان خلافت کا انکار کر کے نظام جماعت سے علیحدہ ہو گئے۔ اور ۱۹۱۴ء سے لے کر اپنی وفات کے آخری لمحہ تک اور ان کے بعد ان کے ساتھی اب بھی برحق جماعت کا کچھ بگاڑ سکے ہیں۔ جماعتوں کے دونوں فریقوں کی عملی مساعی دنیا کے سامنے ہے ہر چشم بینا خود فیصلہ کر سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی نصرت و تائید سے کس فریق نے وافر حصہ پایا۔

جہاں تک دوسری مبینہ وجہ اختلاف یعنی مسئلہ کفر و اسلام کا تعلق ہے یہ سب ان منافق طبع لوگوں کی اپنی شاطرانہ چالیں ہیں۔ اور وسوسہ اندازی کے طور پر صرف غیر از جماعت افراد کو احمدیوں کے خلاف مشتعل کرنے کے لئے بار بار ایسی باتیں اپنے ہی من پسند معانی کا جامہ پہنا کر شائع کرتے ہیں۔ ورنہ جہاں تک خود ان لوگوں کے اپنے عقائد اور نظریات کا تعلق ہے۔ در پردہ وہ بھی جماعت مبایعین سے کچھ مختلف نہیں۔ مثلاً ان کے سابق امیر جناب مولوی محمد علی صاحب اپنی کتاب النبوۃ فی الاسلام کے صفحہ ۱۸۵ پر صاف لکھتے ہیں :۔

” مجددوں کا ماننا ضروری ہے اور ان کے انکار سے انسان فاسق ہو جاتا ہے۔“

اور پھر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں :۔

” مجدد سے انحراف کرنے والا جاہلیت کی موت مرتا ہے۔“

اہل پیغام کی اس قسم کی دورخی پالیسی کو نہ صرف ہماری جماعت جانتی ہے بلکہ خود مخالفین احمدیت اچھی طرح واقف و آگاہ ہیں اور کھلے بندوں ان لوگوں کی منافقت کا بھانڈا پھوڑ رہے ہیں پھوڑ چکے ہیں اور انہیں منہ نہیں لگاتے۔ باقی رہا مسئلہ ختم نبوت و نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جسے معاصر نے بزعم خود تیسرے نمبر پر وجہ اختلاف قرار دیا ہے سو یہ بھی کوئی ادق و دقیق بحث نہیں حقیقت یہ ہے کہ جب ایک آدمی ایک جھوٹ بولتا ہے۔ اور کسی ایک صداقت کا انکار کر دیتا ہے تو اسے اپنے جھوٹ اور پہلے موقف کو ثابت کرنے کے لئے اور بہت سے جھوٹ بولنے پڑتے ہیں اور کئی طرح کی صداقتوں سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔

بات دراصل انکار خلافت سے چلی تھی جب منکرین خلافت کی غیر اطاعت شعار متمرد انہ طبائع کسی ایسے وجود کے سامنے جھکنے کو تیار نہ ہوئیں جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نائب اور خلیفہ کے طور پر متفقہ طور پر مانا گیا۔ پھر اگر خلط مبحث کے لئے اور اور باتیں نکالنے لگے اور سادہ مزاج افراد کو اپنی وسوسہ اندازی کا شکار بنانے کی کوشش کرنے لگے تو انہیں کون ایسی کارروائی سے روک سکتا ہے (ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی) ان لوگوں نے سہل ترین رستہ اختیار کر لیا کہ سرے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت ہی سے انکار کر دو نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوئے نبوت کو تسلیم کریں نہ آپ کی خلافت وغیرہ کے مسائل نکلیں مگر حق آخر حق ہوتا ہے ان لوگوں کی اپنی تحریروں کے بیسیوں حوالے اس بات پر شاہد ناطق ہیں کہ یہ لوگ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت اور آپ کے دعوئے نبوت کے نہ صرف قائل رہے بلکہ اس کو بطور حجت مخالفین کے سامنے پیش بھی کرتے رہے اور آج ان سب باتوں سے صاف طور پر منحرف ہو چکے ہیں !!

پس دونوں فریقوں کے مابین اختلاف خلافت یا عدم خلافت میں نہیں بلکہ اختلاف خلافت کی اطاعت اور انکار کے بارہ میں ہے مبایعین کی جماعت شروع سے اس بات کو پیش کرتی چلی آ رہی ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جس نظام کو جماعت نے متفقہ طور پر قبول کر لیا اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ احمدیت پر سچے ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ آئندہ جو شخص بھی خدا تعالیٰ کی تقدیر کے ماتحت اس منصب پر فائز ہوتا ہے مومنوں کا کام ہے کہ فرشتے بن کر اس کی اطاعت کریں تا اس بابرکت نظام کے ساتھ وابستگی کے نتیجہ میں اُن برکات کے وارث بنیں جن کا خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا۔

اس کے برعکس غیر مبایعین اہل پیغام خلافت سے انحراف پر اصرار کرتے چلے جا رہے ہیں اور اصل بات کو چھوڑ کر خواہ مخواہ دوسری باتوں میں اُلجھا کر اپنے فسق کے بدنما داغ کو چھپانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ان بھائیوں کو حق بات کے سمجھنے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

تسبیح و تحمید اور درود شریف پڑھنے کی بابرکت تحریک

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

” میں چاہتا ہوں کہ تمام جماعت کثرت کے ساتھ تسبیح اور تحمید اور درود پڑھنے والی بن جائے اس طرح پر کہ ہمارے بڑے مرد ہوں یا عورتیں (روزانہ) کم از کم دوسو بار تسبیح اور درود پڑھیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوا ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

۱۵ سال سے ۲۵ سال کی عمر کے ایک سو بار۔ بچے سات سال سے ۱۵ سال تک کے ۳۳ دفعہ اور جن کی عمر ۷ سال سے کم ہے ان کے والدین یا سرپرست ایسا انتظام کریں کہ ان سے دن میں تین دفعہ کم از کم یہ تسبیح اور درود کہلوایا جائے پس جماعت کو چاہیئے کہ وہ اپنی ذمہ واریوں کو سمجھے اور کم از کم مذکورہ تعداد میں اور زیادہ سے زیادہ جس کو جتنی بھی توفیق ملے) اس ذکر و درود کو پڑھے